www.urducouncil.nic.in

ستمبر 2019 ، قیمت :- ₹10

ماهنامه

# بچوں کی دنیا

نئی دہلی

Monthly BACHON KI DUNIYA, New Delhi

# قومی اردو کونسل کی فخریہ پیش کش

## ماہنامہ اردو دنیا
دہلی
Monthly URDU DUNIYA, New Delhi

**تمام تر رنگین صفحات اور دیدہ زیب تصاویر سے مزین ماہانہ عالمی جریدہ جسے آپ پوری دنیا میں اردو زبان کے کسی بھی ماہنامے سے بہتر پائیں گے۔ اردو کو آج کی دنیا سے جوڑنے والا اور عام اردو قاری و ادبی حلقوں کی دلچسپی کے ساتھ طلبا و اساتذہ کی ضرورتوں کا بھی خیال رکھنے والا اردو کا ماہنامہ**

ہر شمارے میں پڑھیے، اردو کے ادبی شاہکاروں کے علاوہ، علمی مضامین، ادبی انٹرویو، تاریخ، سائنس، صحافت، نئی کتابوں پر تبصرے، قومی اردو کونسل کی سرگرمیوں، سمیناروں اور فروغ اردو سے متعلق نئی کاوشوں کا احوال اور بہت کچھ!

فی شمارہ: 15 روپے، سالانہ: 150 روپے

اردو زبان میں علم و آگہی کا معتبر ادبی جریدہ

## سہ ماہی فکر و تحقیق

قومی اردو کونسل کی منفرد پیش کش

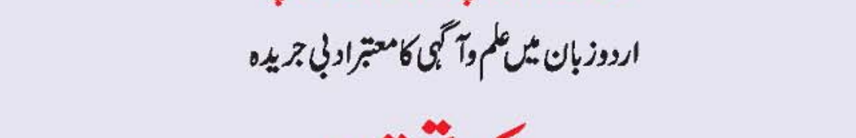

اردو زبان و ادب سے متعلق اہم تنقیدی و تحقیقی موضوعات پر فکر انگیز اور تلاش و جستجو کو صحیح سمت دینے والے مواد کے ساتھ ہر تین ماہ بعد منظر عام پر آنے والا نہایت سنجیدہ علمی مجلہ خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کا مشورہ دیں!

ہندستانی خریداروں کے لیے سالانہ قیمت: 100 روپے، فی شمارہ: 25 روپے

(قومی اردو کونسل کی ویب سائٹ، http://www.urducouncil.nic.in پر بھی دستیاب)

آج ہی اپنے نزدیکی بک اسٹال سے طلب کیجیے یا ہمیں لکھیے

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی 110066، فون: 26109746، فیکس: 26108159
E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

# بچوں کی دنیا

جلد: 7 شمارہ: 09 ستمبر 2019

مدیر : ڈاکٹر شیخ عقیل احمد

نائب مدیر : ڈاکٹر عبدالحی

ناشر اور طابع

ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان
وزارتِ ترقی انسانی وسائل۔ محکمہ اعلیٰ تعلیم، حکومتِ ہند
فروغ اردو بھون، ایف سی 33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا،
جسولہ، نئی دہلی -110025
فون:49539000
شعبہ ادارت:49539009-11
ای میل
bachonkiduniya@ncpul.in
editor@ncpul.in
ویب سائٹ
http://www.urducouncil.nic.in

قیمت: /10روپے، سالانہ/100روپے

▪ اس شمارے کے قلم کاروں کی آرا سے قومی اردو کونسل اور اس کے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں

Total Pages: 64

'بچوں کی دنیا' کی خریداری کے لیے چیک، ڈرافٹ یا منی آرڈر بنام NCPUL، شعبہ فروخت کے پتہ پر بھیجیں اور وضاحت طلب امور کے لیے وہیں رابطہ فرمائیں۔

شعبہ فروخت
ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم
نئی دہلی -110066
فون:26109746

ای میل:sales@ncpul.in
ncpulsaleunit@gmail.com

علاقائی مرکز: 110-7-22، تھرڈ فلور، ساجد یار جنگ کمپلکس
بلاک نمبر 5-1، پتھر گٹی، حیدرآباد -500002
فون: 040-24415194

## اس شمارے میں

| | | | |
|---|---|---|---|
| مدیر کا خط | آپس کی باتیں | | 04 |
| بڑوں کی باتیں | ڈاک خانہ | | 05 |
| مشن چاند کے پچاس سال | مشن چاند اور بھارت | پرویز اشرفی | 06 |
| | چندریان—2 | | 09 |
| یوم اساتذہ | نیا لباس | صفیہ بانو اے شیخ | 12 |
| | یوم اساتذہ | عبدالرزاق دل کولھاپوری | 16 |
| | استاد ہمارے | ثنا اسد | 16 |
| | ایک منٹ کا پرچہ | ریحان کوثر | 17 |
| مضامین | سیلولر جیل | سید واجد علی شاہ | 20 |
| | جانوروں کا انسائیکلوپیڈیا | عبداللہ عثمانی | 22 |
| | ست رنگی ڈائنا سور | ایچ ایم یٰسین | 26 |
| کھیل اور کھلاڑی | کرکٹ کا نیا چیمپئن | عمیر الٰہی | 28 |
| | نویں جماعت کے طالب.... | سید بشیر احمد بشیر شولاپوری | 31 |
| نظمیں | سنو بچو! | شمیم اختر | 32 |
| | پیاری باتیں | شاہین بیگ | 32 |
| | اسکول کی گھنٹی | سراج احمد ڈلار | 33 |
| | راجدھانی | اسلم سیفی | 34 |
| کہانی | بچپن | کرشن چندر | 35 |
| اردو کا جادو | اردو زبان کا جادو | ادارہ | 39 |
| باتصویر کہانی | انجن ناری کی کہانی اسی کی زبانی | شمس الاسلام فاروقی | 40 |
| قسط وار ناول | بے زبان ساتھی | وکیل نجیب | 44 |
| کہکشاں | یوکلڈ | انتخاب بن تنویر | 53 |
| | عام معلومات | رفیق ابراہیم پرکار | 54 |
| | اقوال زریں | ایمن الطاف حسین عطار | 54 |
| | استاد کے حقوق | شبیر احمد میر | 55 |
| | ڈی این اے | حافظ عبدالستار راشدی | 55 |
| ننھے فنکار | پیسہ روتا ہے | شاہ فہد بن محمد بشیر | 58 |
| | رحم دل شکاری | ماہرخ خواجہ شمس الدین | 58 |
| | علم کی طاقت | نفیسہ ذاکر حسین مکاندار | 59 |
| | بچوں کی پینٹنگ | | 60 |
| | فیس بک | | 62 |

# آپس کی باتیں

پیارے دوستو! ستمبر کا شمارہ حاضر ہے۔ جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں یہ مہینہ طالب علموں کے لیے کتنی اہمیت کا حامل ہے۔ اِس ماہ 5 ستمبر کو ہمارے ملک کے دوسرے صدر جمہوریہ، فلسفی اور استاد ڈاکٹر سروپلی رادھا کرشنن پیدا ہوئے تھے۔ ان کے یومِ پیدائش کو ہم سب یوم اساتذہ کے طور پر مناتے ہیں۔ اس موقعے پر اسکولوں، کالجوں میں استاد کی اہمیت اور ان کی ذمے داریوں کے حوالے سے مختلف پروگراموں اور تقریبات کا انعقاد بھی کیا جاتا ہے۔ یہ دن ہمیں بتاتا ہے کہ ہماری زندگی میں استاد کی کیا اہمیت ہے اور ایک استاد کا کیا فرض ہے۔ استاد یا معلم کا پیشہ دنیا میں بہت اعلیٰ سمجھا جاتا ہے کیونکہ ایک پتھر کو تراش کر ہیرا بنانے میں استاد کا ہی رول ہوتا ہے۔

اس دن طالب علم استاد کو تحفے تحائف دیتے ہیں اور اساتذہ بھی خوش نظر آتے ہیں لیکن اِس خوشی کے احساس کے ساتھ ساتھ اساتذہ کو اپنا محاسبہ بھی کرنا چاہیے کہ وہ اپنے طلبا کے مستقبل کے تئیں یا اپنے فرض کو ادا کرنے میں کتنے سنجیدہ ہیں اور ان کی تدریس بچوں کے لیے کس قدر کارآمد ہے۔

سال 2019 اِس معاملے میں خاص ہے کہ اِس سال مشن چاند کے 50 سال پورے ہوگئے ہیں۔ 20 جولائی 1969 کو امریکہ کا مشن اپولو 11 بے حد کامیاب رہا تھا اور پہلی دفعہ انسان نے چاند کی سطح پر قدم رکھا۔ حالانکہ بعد میں اس مشن پر سوالات بھی اٹھائے گئے مثلاً یہ کہ چاند پر ابھی تک کسی انسان نے قدم نہیں رکھے۔

چاند پر پہنچنے سے پہلے وان ایلن ریڈیشن بیلٹس (Van Allen Radiation Belts) سے گزرنا ہوتا ہے جو انسان کے لیے بے حد خطرناک ہیں اس لیے چاند پر پہنچنا بہت مشکل ہے۔ اِس بات میں کتنی سچائی ہے یہ تو سائنس داں ہی بتا سکتے ہیں لیکن یہاں ایک سوال ضرور قائم ہوتا ہے کہ آخر پچاس سال تک چاند کے مشن میں کوئی ترقی کیوں نہیں ہوئی۔ 50 برسوں میں تو اب تک کئی مشن کامیاب ہوجاتے اور چاند پر بستیاں بسانے کی شروعات ہوجاتی۔ مشن چاند سے متعلق ایک اچھی خبر ہم سب کے لیے یہ ہے کہ ہمارے ملک نے چندریان 2 کو چاند پر بھیج دیا ہے۔ پورا ملک اس مشن کی کامیابی کے لیے دعا کر رہا ہے۔ مشن کی کامیابی کے بعد ہمارا ملک روس، امریکہ، چین کے بعد چوتھا ایسا ملک ہوگا جس نے کامیابی سے چاند کی سطح پر لینڈنگ کی ہے۔ اس سے قبل ہندوستان نے 22 اکتوبر 2008 کو چندریان 1 چاند پر بھیجا تھا جو 30 اگست 2009 تک چاند کی حدود میں رہا اور اس کے ذریعے چاند کی سطح پر پانی ہونے کا علم ہوا۔ چندریان 2 مشن اس لیے بھی اہم ہے کہ چاند کے جنوبی حصے میں اسے بھیجا گیا ہے اور ابھی تک اس حصے میں کسی بھی ملک کے خلائی جہاز نے قدم نہیں رکھا۔

'بچوں کی دنیا' کے اس شمارے میں مشن چاند کے 50 سال پورے ہونے پر خصوصی تحریریں شامل ہیں۔ ساتھ ہی یوم اساتذہ پر بھی کچھ تحریریں دی جارہی ہیں۔ امید ہے کہ یہ شمارہ بھی آپ کو سابقہ شماروں کی طرح پسند آئے گا۔

اپنے تاثرات ہمیں ضرور بھیجیں۔ آپ کے خطوط ہمیں حوصلہ دیتے ہیں۔

آپ کا

ڈاکٹر شیخ عقیل احمد

# ڈاک خانہ

'بچوں کی دنیا' اپریل کا شمارہ موصول ہوا۔ ویسے ہمیں ہر ماہ ہلال عید کی طرح اس رسالے کا شدت سے انتظار رہتا ہے۔ آپس کی باتیں تو دل کو چھو گئیں۔ نہایت سبق آموز اور پر مغز رہا۔ تمام کہانیاں، مضامین، نظمیں اور قسط وار کہانیاں بھی اچھی لگیں۔ محترم اسد رضا کے بموجب اس میں پسندیدہ اشعار کا سلسلہ شروع کیا جائے تو بہتر ہوگا۔ خدا کرے کہ 'بچوں کی دنیا' ترقی کے منازل طے کرتا رہے۔

ریاض اللہ، منہاج نگر، بنگلور، کرناٹک

'بچوں کی دنیا' اپریل کا شمارہ باصرہ نواز ہوا۔ رسالہ 'بچوں کی دنیا' بچوں کو ہی نہیں بڑے اور بوڑھوں کو بھی مسحور کر دیتا ہے۔ اس شمارے کی کہانیاں، مضامین اور نظمیں بہت پسند آئیں۔ ڈاکٹر بانو سرتاج کے مضمون 'کوڑی' سے ہمیں تاریخی معلومات فراہم ہوئی کہ کوڑی کی کتنی قسمیں ہیں اور اس کی قیمت کتنی ہے اور کوڑی بطور سکہ بھی استعمال ہوتی تھی۔ کہانی 'نیکی زندہ ہے'، 'سانچ کو آنچ نہیں'، 'ڈاکٹر راجو' بڑی ہی سبق آموز کہانیاں ہیں۔

غوثیہ سعیدہ، ربانی ودیا شالہ، چنئی، تمل ناڈو

'بچوں کی دنیا' اپریل 2019 نظروں سے گزرا۔ اسے دیکھ کر اور پڑھ کر طبیعت باغ باغ ہوگئی، آپس کی باتیں کی تو بات ہی الگ ہے، شروع سے آخر تک سادہ، سلیس، سہل اور

پراثر انداز میں اداریے کے توسط سے اتنی ساری کارآمد باتیں کرنا قابل تعریف ہنر مندی ہے، تقریباً تیس سطری باتوں میں کوئی جملہ غیر اہم نہیں ہے۔ یقیناً آپ کا یہ باکمال اداریہ، خاطر خواہ پذیرائی کا حق رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ شمارے کی دوسری تمام تخلیقات قاری کی توجہ کھینچتی ہیں۔

محمد فیصل امین، نزد رحمان مسجد محلہ سمن پورہ، راجہ بازار، پٹنہ، بہار

ہر مہینہ کی طرح ماہ جون کا 'بچوں کی دنیا' خوبصورت سرورق اور اندرون صفحات کے ساتھ نظر نواز ہوا، جلیاں والا باغ کی خونی داستان کے سو سال مکمل ہونے پر خصوصی مضامین معلوماتی ہیں۔ دیگر مضامین، نظموں اور کہانیوں میں رمضان المبارک اور عید کی مناسبت سے مضامین اور نظمیں اچھی ہیں، کہانی 'عید کے دن کا بادشاہ' بہت پسند آئی، ساری نظمیں بہت خوبصورت ہیں لیکن محبوب راہی کی نظم 'بلند حوصلے' اور تنویر اختر رومانی کی نظم 'سیکھو' عمدہ اور قابل تعریف و تقلید نظمیں ہیں۔ جناب آر رحمان کی کہانی 'دولت' سبق آموز کہانی ہے۔ دیگر کالم 'ہنسی کے غبارے' بھی قابل تعریف ہیں۔ اداریہ 'آپس کی بات' ہمیشہ بچوں کی حوصلہ افزائی کے لیے کارآمد ہوتا ہے۔ اتنا بہترین بچوں کا جریدہ شائع کرنے پر آپ سبھی اسٹاف کو مبارکباد!

مصطفیٰ ندیم خان غوری، روضہ باغ، اورنگ آباد، مہاراشٹر

پرویز اشرفی



# مشن چاند اور بھارت

**ریاست** ہائے متحدہ امریکہ کی خلائی تنظیم NASA مشن چاند کی نصف صدی کا جشن منا رہا ہے اور دنیا کے تمام ترقی یافتہ وترقی پذیر ممالک اس موقع پر اس خوشی میں شامل ہیں اور اپنے اپنے ملک میں سائنسی ترقی کے لیے نئے نئے تجربات کرنے میں مصروف ہیں۔ دنیا کے سات ایسے ممالک ہیں جن کے پرچم پر چاند نقش ہے۔ لیکن چار دوسرے وہ ممالک ہیں جنھوں نے چاند پر پہنچنے میں کامیابی حاصل کی اور وہ ہیں: امریکہ، روس، چین اور بھارت۔ بھارت چاند کی مہم میں لگاتار کوشش میں ہے اور 22/جولائی 2019 کو تاریخ رقم کرتے ہوئے 'باہوبلی' نام کے سیارچہ کو چاند پر بھیجا ہے، جو چاند کے جنوبی سطح پر قدم رکھے گا۔ بھارت کی یہ بڑی کامیابی ہے۔ اس موقع پر بھارت کے سائنس داں مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے ہمارے ملک کو خلائی مشن کی صف میں کھڑا کردیا ہے۔ ہمیں اپنے سائنس دانوں پر فخر ہے۔

ان تمام کامیابیوں میں جس عظیم ہستی کا ہاتھ ہے، ہم انسان اُس پر غور نہیں کرتے۔ دراصل خالق کائنات نے انسان کو عقل جیسی نعمت عطا کی ہے جس کا استعمال کرکے وہ بلند تر مقام حاصل کرسکتا ہے۔ قرآن کریم میں کائنات کے خالق نے صاف لفظوں میں فرمادیا ہے:

''اور اُس نے سورج اور چاند کو تمھارے لیے مسخر کردیا

ہے۔ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو تم اُن کو پورا پورا شمار نہیں کرسکتے۔" (قرآن 14:34-33)

(بحوالہ قرآن کریم میں علوم فلکیات، مصنف: سید وقار احمد حسینی، صفحہ 117)

چاند ہماری 'دودھیائی کہکشاں' اور اُس کے نظام شمسی کا ایک حصہ ہے۔ یہ سب خدا کی جانب سے پیدا کیے گئے ہیں۔ چاند کا کام ہے نور فراہم کرنا اور مسافروں کو راستہ (سمت سفر) دکھانا اور موسموں کا حساب، خدا کے وجود کی نشانیاں اور اُس کے قوانین فطرت بہم پہنچانا شامل ہے۔

20/جولائی 1969 دُنیا کا وہ تاریخی دن ہے، جب دن کا آغاز معمول کے مطابق ہوا۔ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے لیکن اُسی دن انسان نے اپنے حصے میں ایک کارِ نمایاں انجام دیا جسے خلائی سائنس کی دنیا میں انہونی تصور کیا جاتا تھا۔ اسی دن امریکہ نے اپنے خلابازوں کو چاند پر اُتار کر تاریخ رقم کردی تھی۔ 16/جولائی 1969ء کو Apollo-11 مہم (Mission) کے تحت تین خلا بازوں Edvim Aldrin, Neil Armstrong اور Michel Colins نے اُڑان بھری اور ٹھیک چار دنوں بعد چاند پر قدم رکھا۔

امریکہ نے چاند پر انسان کو بھیجنے اور اُنھیں زمین پر بخیر و عافیت واپس لانے کے لیے Apollo پروگرام کا آغاز کیا۔ اپولو-1 تا 10 کی مہم میں ہر قسم کی جانچ پرکھ کی گئی۔ Apollo-13 میں خرابی آجانے کی وجہ سے یہ نامکمل رہ گیا۔ ورنہ چاند پر اُترے تمام امریکی خلاباز واپسی میں اپنے ساتھ بہت سے اعداد و شمار لے آئے۔ یہ لوگ چاند کی سطح سے چار سو کلو گرام نمونے بھی اپنے ساتھ زمین پر لانے میں کامیاب رہے۔ وہاں کی مٹی کی بناوٹ، کپکپاہٹ، Heat flow، مقناطیسی خطّہ اور شمسی ہواؤں کے متعلق تجربات کیے گئے۔ 20/اپریل 1972ء کو اس کڑی کی آخری کامیاب مہم Apollo-17 کی تھی۔ اس کے بعد 'اپولو مشن' کو بند کردیا گیا۔

## APOLLO-11 مہم:

چاند پر انسان کے قدم نسل انسانی کی پہلی کامیابی تھی۔ اس عمل سے قرآن کی اُس آیت کی تصدیق ہوجاتی ہے کہ اللہ نے چاند کو انسانوں کے لیے مسخر کردیا ہے۔ Neil Armstrong پہلا انسان تھا جس نے چاند کی دھرتی پر قدم رکھا اور تاریخ رقم کردی۔ Edvin Aldrin دوسرا خلا باز تھا جس نے چاند کی سطح پر قدم رکھا اور تقریباً دو گھنٹے تک دونوں خلا باز چاند پر چہل قدمی کرتے رہے۔ اس دوران اُنھوں نے کئی تجربات کیے، نمونے جمع کیے اور امریکی جھنڈے کو چاند کی دھرتی پر نصب کرکے چاند پر امریکہ کی فتح کا پرچم لہرادیا۔ چاند کی سطح پر ان لوگوں نے 21 گھنٹے 36 منٹ وقت گزارا مگر زیادہ وقت انھوں نے Lunar Module میں قیام کیا۔ تیسرے خلا باز Micheal Colins اس مدت میں Command Module میں بیٹھے چاند کے مدار میں گردش کرتے رہے۔

## طاقت ور راکٹ SATURN-V:

اپولو-11 مہم کو کامیاب بنانے میں راکٹ Saturn نہایت مؤثر ثابت ہوا۔ خلائی سائنس کی تاریخ میں یہ راکٹ اُس وقت کا سب سے بڑا اور طاقت ور راکٹ تھا۔ اس کی لمبائی 100 میٹر اور وزن 2800 ٹن تھا۔ لانچنگ کے وقت 20 ٹن فی سکنڈ کی در سے ایندھن کا استعمال ہوا۔ راکٹ کے

مجموعی وزن کا پچاسی فی صد ایندھن اس میں بھرا ہوا تھا۔

1960 میں جب اپولو مہم کا اعلان ہوا تو بنیادی منصوبہ چاند کے مدار میں خلا بازوں کی ایک چھوٹی ٹیم بھیجنا تھا لیکن امریکی صدر جان۔ ایف۔ کینیڈی کا ارادہ کچھ اور تھا۔ 1961 میں اُنھوں نے انسان کو چاند پر اُتارنے کی اپنی خواہش اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی کوششوں کا اعلان کر دیا۔ امریکہ کو اندیشہ تھا کہ APOLLO-11 مشن کے دوران کوئی حادثہ ہوسکتا ہے اس لیے اُس وقت کے صدر مملکت رچرڈ نکسن کی تقریر تحریر کرنے والے ولیم سفائر نے دو الگ الگ تقریر لکھی۔ ایک مشن کی فتح کے جشن کے لیے اور دوسرا مشن کی ناکامی کے لیے۔ اتفاق دیکھیے کہ جس وقت نیل آرم سٹرانگ اور ایڈون آلڈرن چاند کی سطح پر قدم رکھ کر تاریخ رقم کر رہے تھے ٹھیک اُسی وقت چاند سے تقریباً 530 میل دوری پر سوویت یونین کا خلائی جہاز LUNA-15 حادثے کا شکار ہوگیا۔

## خلائی جنگ (Space War) کا خاتمہ:

4/ اکتوبر 1957 کو سوویت یونین نے SPUTNIK-1 نام کا پہلا مصنوعی سیارہ خلا میں بھیجا۔ اس کی کامیابی نے فوجی، اقتصادی اور تکنیکی شعبے میں امریکہ کو بڑا چیلنج دیا۔ اسی کے ساتھ دونوں ممالک کے درمیان Space War کا آغاز ہوا۔ امریکی صدر آئزن ہاور نے خلائی مشن پر کام کرنے کے لیے NASA کا قیام کیا اور پروجیکٹ کی شروعات کی۔ اس پروجیکٹ کا مقصد انسان کو زمین کے مدار میں بھیجنا تھا۔ 12/ اپریل 1961 کو سوویت یونین کی خلائی ایجنسی نے یوری گاگارن کو خلا میں بھیج کر ایک اور کامیابی اپنے نام کر لی۔ وہ زمین کا چکر لگانے والے دُنیا کے پہلے خلا باز بنے۔ امریکہ کے لیے یہ ایک اور بڑا جھٹکا تھا۔ تقریباً ایک ماہ بعد 5/ مئی 1961 کو ایلین شپرڈ نے Suborbital کا سفر پورا کر کے خلا میں جانے والے پہلے امریکی بن گئے اور آٹھ سال بعد چاند پر انسان کو بھیج کر Space War میں امریکہ نے سبقت حاصل کر لی۔

انسان کے چاند پر پہنچنے کی پچاسویں سال گرہ پر بھارت کے ذریعہ بھی 'باہوبلی' نام کا ایک مصنوعی سیارہ 22/ جولائی 2019 کو سری ہری کوٹا سے داغا گیا جسے GSLV MarkIII نامی راکٹ چندریان-2 کو لے کر چاند کی سطح پر پہنچنے کے لیے روانہ ہوگیا۔ اس کا وزن 3.8 ٹن ہے۔

تقریباً دس سال قبل اکتوبر 2008ء میں بھارت نے پہلی بار چندریان -1 خلا میں بھیجا تھا، جو چاند کے مدار میں 312 دن رہا۔ اس نے چاند کے متعلق چند اعداد و شمار بھیجے تھے۔ جس میں چاند پر برف ہونے کے ثبوت ملے تھے۔ بھارتی سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ چاند، خلائی مشن کا ایک اہم ترین اڈّہ بن سکتا ہے۔ قیاس ہے کہ چاند پر یورینیم، Titanium جیسے قیمتی دھات کا ذخیرہ ہے۔ شمسی توانائی حاصل کرنے کے مواقع موجود ہیں۔ قیمتی معدنیات زمین پر کام آسکتے ہیں، اس لیے چاند پر جانے اور تحقیق کرنے کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔

■

**Parwez Ashrafi**
N-113, 2nd Floor
20 futa Road, Lane No. 10
Batla House, Jamia Nagar, Okhla
New Delhi - 110025

# چندریان-2

**ہمارا** ملک عالمی خلائی کلب میں 44 سال پہلے تبھی داخل ہو گیا تھا جب 19 اپریل 1975 کو اس وقت کے سوویت یونین کی مدد سے ہم نے اپنا پہلا مصنوعی سیارہ آریہ بھٹ خلا میں بھیجا تھا۔ لیکن خلائی ٹیکنالوجی میں عالمی سطح پر ہماری حیثیت 10 اگست 1979 کو اسی وقت تسلیم کی گئی جب ہم نے اپنی سرزمین سے اپنا تجرباتی سیارہ روہنی آندھرا پردیش کے ستیش دھون خلائی مرکز سری ہری کوٹا سے کامیابی کے ساتھ خلا میں بھیجا۔ اس کے بعد ہم نے پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ خلائی تحقیق و جستجو کے علاوہ خلائی ٹیکنالوجی کے دفاعی، مواصلاتی اور تجارتی استعمال میں ہندوستان نے ایک سے بڑھ کر ایک نئے ریکارڈ قائم کیے ہیں۔ اب ہماری نظر کرۂ ارض کے خلائی مداروں سے باہر نکل کر نظامِ شمسی کے دیگر سیاروں کی طرف ہے۔ حالیہ دنوں میں ہندوستان نے اپنی خلائی تحقیقات میں چاند اور مریخ سیارے کو خاص اہمیت دی ہے۔

بھارت کے خلائی تحقیق کے پروگراموں کی سب سے بڑی خوبی یہ رہی ہے کہ وہ پوری طرح سے ہر قسم کی سیاست سے الگ رہتے ہیں۔ ہمارے لایق سائنس داں پوری آزادی اور یک سوئی سے اپنے کام میں جٹے رہے ہیں اور آزادی کے بعد سے اب تک متعدد بڑے کارنامے خلائی سائنس کے مختلف شعبوں میں سرانجام دے چکے ہیں۔

چندریان مشن کے تحت چاند تک پہنچنے کا یہ بھارت کا پہلا سفر نہیں ہے۔ اس سے پہلے 22 اکتوبر 2008 کو پہلا چندریان، چاند کے مدار میں گردش کے لیے روانہ ہوا تھا اور پھر 14 نومبر 2008 کو وہ تاریخی لمحہ آیا جب چندریان کی تحقیقاتی مشین، چندریان سے الگ ہو کر پہلے سے طے شدہ طریقے پر چاند کے جنوبی قطبی حصے سے جاٹکرائی۔

مشین نے اس مقام پر جسے جواہر پوائنٹ کا نام دیا گیا تھا بھارتی پرچم نصب کیا اور پھر یہ پتہ لگا کر پوری دنیا کو چونکا دیا کہ چاند کے سرد حصے پر برف کی شکل میں پانی موجود ہے۔ بھارتی خلائی ایجنسی اسرو کے تحت کی گئی اس بھارتی دریافت کو حال ہی میں امریکی خلائی ایجنسی ناسا نے بھی درست مانا ہے۔

پہلے چندر یان مشن کی کامیابی کے بعد 5 نومبر 2013 کو بھارت نے مریخ سیارے پر کمند ڈالنے کے لیے پہلا منگل یان سری ہری کوٹا سے خلا میں بھیجا جو زمینی مدار میں ایک ماہ تک کئی اہم تجربے کرنے کے بعد مریخ کے سفر پر روانہ ہوا اور 24 ستمبر 2014 کو مریخ کے مدار میں داخل ہو کر اس کے چکّر لگانے لگا۔ اس طرح منگل یان کو سری ہری کوٹا سے مریخ تک پہنچنے میں گیارہ مہینے لگے۔ اور اب ہمارے سائنسداں دوسرا منگل یان بھیجنے کی تیاری میں لگے ہوئے ہیں جسے 2024 میں بھیجا جانا ہے۔ اس دوران ہمارے سائنس دانوں نے ایک ہی بڑے راکٹ کے ذریعے ایک سو سے

زیادہ سیارے زمینی مدار میں پہنچانے کا کارنامہ بھی انجام دیا ہے جو ایک عالمی ریکارڈ ہے۔ ہندوستان کے لیے فخر کی بات یہ ہے کہ اس میں کئی امریکی اور یوروپی ملکوں کے سیارے بھی شامل تھے۔ اس طرح بھارتی خلائی تحقیق کا شعبہ ملک کے لیے زرِ مبادلہ حاصل کرکے بین الاقوامی خلائی تجارت کے میدان میں بھی داخل ہوگیا ہے۔ جلد ہی ہندوستان خلا میں خود اپنی سرزمین سے انسانی مشن بھیجنے کے منصوبے بنا رہا ہے جس کے بعد چاند پر کسی ہندوستانی خلاباز کو بھی اتارا جاسکے گا۔

چندریان ٹو کی خاص اہمیت یہ ہے کہ یہ چاند کی سطح پر دھیرے سے اترے گا اور اس وقت بھارت روس، امریکہ اور چین کے بعد چاند پر اپنا خلائی راکٹ اتارنے والا دنیا کا چوتھا ملک بن جائے گا۔ یہی نہیں اگر مشن کامیاب رہا، جس کی پوری امید ہے تو ہمارا ملک دنیا کا پہلا اور اکیلا ملک ہوگا جو پہلی ہی کوشش میں چاند کے جنوبی قطب کے دوردراز علاقے میں اترنے میں کامیاب ہوگا۔

چندریان-2 کو پہلے 14 جولائی کی رات خلائی سفر پر بھیجا جانا تھا اور اس کے لیے الٹی گنتی بھی شروع ہوگئی تھی لیکن بعض تکنیکی وجوہ کی بنا پر روانگی ملتوی کردی گئی۔ اس کے بعد چندریان ٹو کو خلا میں لے جانے والا راکٹ پیر کو دوپہر بعد پونے تین بجے سے کچھ پہلے داغا گیا گا۔ اگر سب کچھ ٹھیک رہا تو چندریان ٹو ستمبر کے پہلے ہفتے میں چاند کے مدار میں پہنچنے کے بعد اس کی سطح پر اتر جائے گا جو ہندوستان کی خلائی تحقیق کی تاریخ کا ایک اور اہم واقعہ ہوگا۔

بشکریہ: اے آئی آر ورلڈ سروس بلاگ



## Subscription Form "Bachon Ki Duniya"

### سالانہ خریداری فارم

میں بچوں کی دنیا' کا رکی سالانہ خریدار بننا چاہتا رچاہتی ہوں۔

100 روپے کا ڈرافٹ/ منی آرڈر.................................. بتاریخ..................................

بنام National Council for Promotion of Urdu Language منسلک ہے۔

میں نے زرِتعاون سالانہ -/100 روپے IFSC: SYNB0009009، A/C: 90092010045326

میں جمع کروادیا ہے۔

آپ 'بچوں کی دنیا' ایک سال کے لیے اس پتے پر بھجوائیں:

نام : ..................................................................

پتہ : ..................................................................

..................................................................

..................................................................

اس فارم کو درج ذیل پتے پر بھیج دیں:

Sales Department: NCPUL, West Block 8, Wing7, RK Puram, New Delhi - 110066

فون: 011-26109746 فیکس: 011-26108159, E-mail.:sales@ncpul.in

دستخط

صفیہ بانو اے شیخ

یومِ اساتذہ

# نیا لباس

**میں** واجد ہوں، یہ میرا عزیز دوست ساجد ہے ہم دونوں ایک ہی اسکول میں پڑھتے بھی ہیں اور ساتھ میں کھیلتے بھی ہیں۔ میرا گھر.... ساجد کے گھر سے قریب ہی میں ہے۔ ہم اسکول ساتھ ہی جاتے ہیں۔ اسکول جاتے وقت پہلے میرا گھر آتا ہے اور بعد میں ساجد کا، لیکن اسکول آتے وقت ساجد کا پہلے گھر آتا ہے اور بعد میں میرا۔

ستمبر کا مہینہ شروع ہونے والا تھا۔ میں اور ساجد دونوں اسکول میں ہونے والے پروگرام اور چھٹیوں کا حساب لگا رہے تھے۔ ویسے تو ہر اتوار کی چھٹی ہوتی ہے مگر ہم بچے.....! لالچی جو ٹھہرے۔

ساجد نے کہا.....سب سے پہلا پروگرام تو ستمبر کی پانچویں تاریخ کو ہی ہوسکتا ہے، میں نے کہا....وہ کیا؟ ارے بھائی اس دن کو تم کیسے بھول سکتے ہو؟ اب بتا بھی دو.......! آخر اس دن کیا ہونے والا ہے؟ میرے صبر کا امتحان نہ لو.....! اب بتا بھی دو ... میرے عزیز.....ساجد کہنے لگا واجد تم حد کرتے ہو....! ہر سال اس دن تم نیا لباس .... پہن کر آتے ہو....! واجد کہنے لگا کہ ...تم اس دن کی تو بات نہیں کر رہے ہو..! جس دن 'خاموش ہوجاؤ بچوں ....! کہنے کا حکم بجالانے

والا دن یعنی یومِ استاد مناتے ہیں...! ساجد نے کہا..... ہاں بھئی.... ہاں.... میں تو اُسی دن کی بات کر رہا ہوں، تم ہر سال اس روز کو یادگار بنانے کے لیے نیا لباس خصوصی طور پر سلواتے ہو تاکہ یہ احساس رہے زندگی میں ہر وقت، ہر پل، ہر لمحہ اور ہر بات میں استاد کی دی ہوئی تعلیم رہبر بن کر سائے کی ساتھ رہتی ہے۔

کل پیر کا روز ہے.....! لیکن ساجد آج بھی اسکول نہیں آپائے گا؟ میں نے اپنے ایک اور دوست ماجد سے کہا..... اس نے پلٹ کر مجھ سے ہی سوال کیا؟ وہ کیوں نہیں آئے گا؟ ایسا کیا ہوا ہے واجد؟ میں نے کہا.....! اس کو سوائن فلو...! ہوگیا ہے میں جب کل اس سے ملنے گیا تب وہ مجھے دور رہ کر بات چیت کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا تم اتنی دور رہ کر کیوں بات کر رہے ہو؟ اتنے میں ساجد کی والدہ...... آ گئی اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہنے لگی ۔ واجد بیٹے تمھارے دوست ساجد کو سوائن فلو...! ہوگیا ہے اس لیے وہ ڈاکٹر کی ہدایت کے تحت تم سے دور رہ کر بات کر رہا ہے تم اس بات سے ناراض مت ہونا۔ میں چائے ناشتہ کر کے تھوڑی دیر میں وہاں سے رخصت ہوگیا۔

خیر اللہ تعالیٰ ہمارے دوست کو جلد از جلد شفا عطا کریں۔ مجھے (واجد) ساجد کے بغیر اچھا نہیں لگتا۔ ماجد... دیکھو تم بالکل بھی فکر مت کرو وہ جلد ہی ہمارے ساتھ ہوگا۔ آج 30 اگست ہے اور میں نے اب تک کوئی تیاری نہیں کی ہے۔ کیسے ہوگا؟ ساجد......!' میں ماجد ہوں......! تم کس سلسلے میں بات کر رہے ہو، نہیں میں ابھی بھی ساجد کے خیالوں میں گم تھا۔ استاد اپنا سائنس کا پرچہ پڑھانے کلاس میں داخل ہوئے اور ساتھ ہی ایک نوٹس بھی لے کر آئے۔ ہم سبھی بچوں نے استاد کو سلام عرض کیا اور اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ استاد نے عرفان کو کھڑا کیا، اور کہا تم اس ستمبر میں آنے والی پانچویں تاریخ پر ہونے والے یومِ استاد کے پروگرام کو تیار کرو گے تاکہ تمہاری نگرانی میں کون کون طلبا یومِ استاد پر کون کون سا پروگرام کرنے والے ہیں، ان کی ایک فہرست بناؤ گے۔ حالانکہ جب کبھی اسکول میں پروگرام ہوتا تھا تو یہ سب کام میں ہی کرتا تھا لیکن وہ سب مجھے پروگرام کے ہفتے روز پہلے بتا دیتے تھے تاکہ مجھے تیار کرنے میں کوئی دقت نہ ہو اور سارے کام اچھے سے اور اطمینان سے مکمل ہو سکے۔ پیارے بچوں.....! تمھیں یاد ہی ہوگا کہ جب ہم تجربہ گاہ میں کوئی تجربہ کرنے جاتے ہیں تب ہمیں اس کی پہلے سے ہی تیاری رکھنی پڑھتی ہے جیسے پانی، رنگ، کیمیکل وغیرہ تاکہ ساز و سامان کی بدولت تجربہ کامیاب ہو سکے۔

زندگی میں کسی چیز کو استعمال کو عمل میں لانا ہی ترقی کی طرف قدم بڑھانا ہوتا ہے یہ میری نصیحت ہے پیارے بچوں.....! ہمیشہ یاد رکھنا، یہ کہہ کر اپنی بات پوری کی اور سائنس کا پرچہ پڑھانا شروع کر دیا۔ میں (واجد) اب بھی ساجد کے خیال سے باہر نکل نہیں پا رہا تھا لیکن استاد کی نصیحت نے مجھے صحیح راہ دکھائی، میں نے اپنا دھیان پڑھا رہے سائنس کے استاد کی طرف متوجہ کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہی پیریڈ ختم ہونے کی گھنٹی بجی، ہم سارے بچے اس گھنٹی بجنے کی خوشی کو ایسا محسوس کر رہے تھے کہ کسی پرندے کو پنجرے سے آزادی ملی ہو۔

اسکول کا وقت اپنے مقررہ وقت پر ختم ہوگیا، میں (واجد) اور میرے دوسرے دوست ماجد، حامد، رشید اور کمال

بھی اپنے اپنے گھر کی طرف رخصت ہوئے۔ میں گھر میں داخل ہوتے ہی اپنی امی جان سے کہنے لگا کہ امّی جان آج اسکول میں علان ہوگیا ہے کہ پانچ ستمبر کو یومِ استاد کا پروگرام ہونے والا ہے اور آپ تو جانتی ہے، اس روز کے لیے میں ہر سال نیا لباس سلواتا ہوں، امّی جان کہنے لگی، مجھے معلوم ہے میرے لال.....! آج اس لیے تمھارے ابو کو گھر پر آفس سے جلدی آنے کو کہا ہے۔ پیاری امی جان ہو....! میں آپ کو بتا نہیں سکتا میں کتنا خوش ہوں.......!

میں نے اپنی امّی سے کہا کہ میں ساجد کی خیر خبر معلوم کر کے فوراً آتا ہوں۔ میں ساجد کے گھر گیا تو معلوم ہوا ساجد کی طبیعت پہلے سے بہتر ہوگئی ہے۔ میں نے ساجد کو اسکول کی ساری باتیں بتائی اور کہا کہ آج اسکول میں اعلان ہوگیا کہ پانچ ستمبر کو یومِ استاد کا پروگرام ہونے والا ہے۔ تمھیں معلوم ہوگا کہ میں ہر سال نیا لباس بھی سلواتا ہوں۔ میں نے اپنی امّی سے بھی کہہ دیا ہے لیکن میں تمھیں ایک بات بتانا تو بھول ہی........گیا! وہ کیا واجد؟ ہاں....... یاد آ گیا ساجد! وہ یہ کہ میں اس سال اردو کے استاد گلزار صاحب بننے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ ساجد نے کہا واہ......بھئی...........واہ، مجھے بے حد خوشی ہوگی، میں نے بھی سوال کیا کہ ساجد تم کون سے استاد بننے والے ہو؟ ساجد نے جواب دیا میں اس سال ہندی کے استاد کرشن ورما صاحب بننے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ میں نے باتوں باتوں میں پوچھ ہی لیا ساجد کل تم اسکول آ رہے ہو....! اس نے جواب دیا ہاں کل سے میں ضرور اسکول آؤں گا۔ میں ساجد کے گھر سے رخصت لے ہی رہا تھا کہ میرے امی اور ابو دونوں یہیں پر آ گئے اور ساجد کی خیر خیریت پوچھ کر میرے نئے لباس کی خریداری کرنے وہاں سے نکل پڑے۔ بازار پہنچے ،تو میں نے سفید رنگ کا کرتا پاجامہ کا کپڑا خریدنے کی پسند ظاہر کی اور کپڑا بھی لے لیا گیا اور آتے وقت درزی کے یہاں سلوانے بھی دے دیا۔ درزی نے کہا تین روز کے بعد آنا ۔میں اتنا خوش تھا اور دل ہی دل میں استاد گلرزا صاحب کی یادوں میں گم ہوگیا۔

دوسرے روز میں (واجد) اور میرا عزیز دوست ساجد ساتھ ہی اسکول کی طرف روانہ ہوئے، اسکول پہنچنے پر ہمارے دیگر دوست بھی ساجد کی خیریت معلوم کرنے لگے۔ ہم دونوں سب سے پہلے عرفان کے پاس گئے اور کہا کہ یومِ استاد کے منائے جانے والے پروگرام میں حصہ لینا چاہتے ہیں۔ میرا نام واجد حسین اور میں اردو کے استاد جناب گلزار صاحب کا پرچہ پڑھانا چاہتا ہوں، اور وہیں ساجد نے کہا میں ہندی کے استاد جناب کرشن ورما صاحب کا پرچہ پڑھانا چاہتا ہوں، ہم دونوں کے نام عرفان نے فہرست میں درج کر لیے۔ دیکھتے ہی دیکھتے تین روز اور گزر گئے اور اب کل ہی ہے پانچ ستمبر اور یومِ اساتذہ۔

آج صبح جلدی اُٹھا اور نہا دھو کر نیا لباس پہن کر تیار ہوگیا۔ اسکول جانے کے لیے ساجد کے گھر کی طرف رُخ کیا، ساجد بھی تیار ہو کر میرے ساتھ روانہ ہوا۔ ابھی ہم دونوں راستے ہی میں تھے کہ اچانک تیز رفتار سے آ رہی موٹر گاڑی نے ساجد کو ٹکر مار دی اور وہاں سے گزر گئی میں نے دیکھا ساجد دھڑام سے زمین پر گر پڑا اور اس کے ہاتھ اور سر پر سے خون بہنے لگا۔ میں نے کہا ...ساجد.....ساجد .....میرے عزیز دوست، ساجد اپنے ہوش میں نہیں تھا۔ میں نے لوگوں سے مدد

ماگی تبھی ایک رکشا والے نے کہاں بیٹا یہ کیسے ہوا؟ میں نے جواب دیا کہ میں اس کی تفصیل آپ کو راستے میں بتاؤں گا پہلے اس کو ہسپتال لے جانا ضروری ہے۔ رکشا والے نے ساجد کو گود میں اُٹھا کر سیٹ پر بیٹھایا اور مجھ سے کہا تم اسے پکڑ کر بیٹھنا ۔ہسپتال پہنچے تو ڈاکٹر نے فوراً ساجد کا بہتا ہوا خون صاف کر کے مرہم پٹی کر دی اور کہا تھوڑی دیر کے بعد ہوش آجائے گا تب تم اسے لے جا سکتے ہو، میں نے گھر کے نمبر پر فون کیا اور ساجد کے ایکسیڈنٹ کی اطلاع دی۔ اتنے میں ساجد کے امّی اور ابّو اور میرے والدین بھی ہسپتال پہنچ گئے۔ مجھ سے پوچھا گیا تو میں نے ساری باتیں بتائیں کہ کس طرح پر حادثہ ہوا۔ اتنے میں ساجد کو ہوش آیا تو اس نے سب سے پہلے واجد کی طرف نگاہیں ڈالی۔ اس نے دیکھا کہ اس کا سفید نیا لباس سُرخ رنگ کے داغ سے رنگ گیا ہے واجد نے فوراً اس کے دیکھنے کے انداز کو بھانپ لیا اور کہنے لگا میرے دوست تیری جان سے بڑھ کر میرا یہ نیا لباس نہیں ہے۔ ساجد کہنے لگا چلو بھئی ..... اسکول کا وقت بھی ہو چکا ہے اور ہمارے استاد وقت کے پابند ہیں اور ڈاکٹر سے اجازت لے کر ہم سبھی اسکول کی طرف روانہ ہوئے۔

اسکول پہنچنے پر ہمارے والدین نے اسکول کے پرنسپل (Principal) اشفاق صاحب سے ملاقات کی اور سارا واقعہ بیان فرمایا۔ اشفاق صاحب ہمیں اس ہال میں لے گئے جہاں آج کے روز یعنی پانچ ستمبر کو یومِ استاد کے موقع پر خصوصی پروگرام چل رہا تھا سبھی بچے آج استاد بن کر اس پروگرام کی باگ ڈور سنبھالے ہوئے تھے۔ تاریخ کے استاد جناب خورشید صاحب بنے۔ نثار احمد نے یومِ استاد کی تاریخ بیان کرنا شروع کی، اس یومِ استاد کو ہم ڈاکٹر رادھا کرشنن کی یاد میں مناتے ہیں ڈاکٹر رادھا کرشنن 5 ستمبر 1888 میں مدراس میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک کامیاب مدرس تھے اور مصنف بھی، وہ کئی زبانیں جانتے تھے، 1954 میں انھیں ہندوستان کے سب سے بڑے اعزاز 'بھارت رتن' سے نوازا گیا اور وہ فخر سے کہا کرتے "میں ایک مدرّس ہوں" ان کی خواہش تھی کہ ان کی پیدائش کے دن کو یوم اساتذہ کے طور پر منایا جائے۔ اس خواہش کے احترام میں ہمارے ملک میں 5 ستمبر 1962 سے یوم استاد منایا جاتا ہے۔ جیسے ہی نثار احمد نے اپنا بیان پورا کیا تبھی ہمارے پرنسپل اشفاق صاحب نے اسٹیج پر پہنچ کر 'ایک ضروری اعلان' کہہ کر سبھی کا دھیان اپنی طرف متوجہ کرایا۔ وہ کہنے لگے آج مجھے ان دو بچوں واجد اور ساجد کی سچی دوستی کا پتہ لگا اور ان کی اچھی اور سچّی دوستی کا احساس ہوا۔ ایک نئی بات مجھے معلوم ہوئی واجد ہر سال اس یومِ استاد کو منانے کے لیے نیا لباس سلواتا ہے لیکن آج اس کا نیا لباس اس کے دوست کی جان بچانے میں داغ دار ہو گیا لیکن اس نے اپنے دوست کی جان بچانا ضروری سمجھا۔ ہمیں دورِ حاضر میں ایسی سوچ کی بہت ضرورت محسوس ہو رہی تھی اور یہ دونوں بچے واجد اور ساجد نے آج یہ کمال کر کے دکھایا۔ ان دونوں بچوں نے استاد کی دی ہوئی تعلیم پر عمل کر کے دکھایا ہے اور میں ان دونوں بچوں کو مبارک باد دیتا ہوں'۔ یہ باتیں سن کر ہمارے چہرے خوشی سے کِھل اٹھے۔

■

**Dr. Shaikh Sufiya Banu A**
C- Ground Floor Tajpalace
Kumbharwada, Jamalpur
Ahmedabad - 380001

# یومِ اساتذہ

سرووپلی رادھا کرشنن
علم سے تھا آراستہ تن من
فلاسفر تھے، پروفیسر تھے
بہتر اور قابل رہبر تھے
علم و فلسفے کے تھے ماہر
اور اعلیٰ درجے کے مقرر
اِک دن شاگردوں نے ان کے
پوچھا جا کر بڑے ادب سے
سر جی، آج ہے پانچ ستمبر
چاہت کا خوشیوں کا مظہر
آپ کا یومِ پیدائش ہے
اِسے منانے کی خواہش ہے
آپ نے کچھ سوچا، لب کھولے
اور شاگردوں سے یہ بولے
پانچ ستمبر جب بھی آئے
یومِ اساتذہ کہلائے
پانچ ستمبر جب جب آیا
تب سے یہ دن سب نے منایا
کہیں یہ शिक्षा दिन کہلایا
کہیں یہ Teacher Day من بھایا

■

**Abdur Razzaq Dil Kolhapuri**
Dilbharti House, Kolhapur-444802
Distt: Amrawati (Maharashtra)

# استاد ہمارے

(5 ستمبر یوم اساتذہ کے موقع پر)

اللہ! سلامت رہیں استاد ہمارے
دیتے رہیں بھر بھر کے ہمیں علم کے پیالے

اردو بھی پڑھاتے ہیں بڑے پیار سے ہم کو
سائنس کے وہ دیتے ہیں ہر روز اُجالے

نیکی کا ہمیں درس بھی ان ہی سے ہے ملتا
اخلاق کی تعلیم کے ملتے ہیں نوالے

بھر دیتے ہیں اسلام کا وہ نور دِلوں میں
قرآن کے، سیرتؐ کے بھی دیتے ہیں حوالے

جغرافیے کا علم وہ دیتے ہیں ہر اِک دن
تاریخ کا احوال بھی ہم کو ہیں بتاتے

عزت انھیں ہم دیتے ہیں گہرائی سے دل کی
کرتے ہیں انہیں روز سلام اور نمستے

ہر وقت دُعا دل سے نکلتی ہے ثنا یہ
اللہ سلامت رہیں استاد ہمارے

■

**Sana Asad**
97-F, Sector 7, Jasola Vihar
New Delhi - 110025

ریحان کوثر

# ایک منٹ کا پرچہ

آج اسکول کا پہلا دن تھا۔ ہماری نہم جماعت کے ریاضی کے نئے استاد کا بھی آج پہلا ہی دن تھا۔ ریاضی کے پچھلے استاد چھٹیوں کے دوران کچھ دن قبل ہی ریٹائرڈ ہوئے۔ انہی کی جگہ ریاضی کے ہمارے نئے استاد آئے تھے۔

میں ہی نہیں جماعت کے تمام طلبہ بے صبری سے ان کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ ٹائم ٹیبل کے مطابق، لنچ کے فوراً بعد ہی ان کا پیریڈ تھا۔ ویسے اسمبلی میں پریئر کے دوران ہم لوگوں نے انھیں دیکھ لیا تھا۔ دعا کے بعد صدر معلم نے ان کا مختصر تعارف بھی پیش کیا تھا۔ دیکھنے میں تو وہ بڑے ہی سیدھے سادے نظر آ رہے تھے، لیکن اکثر اس طرح نظر آنے والے ٹیچرس بڑے ہی سخت اور اصولوں والے ہوتے ہیں۔

لنچ بریک کے اختتام کی گھنٹی بجی ہی تھی کہ دروازے سے ندیم سر چہرے پر مسکراہٹ لیے کلاس روم میں داخل ہوئے۔ سب تعظیم کے بعد اپنی اپنی جگہ پر دل تھام کے بیٹھ گئے۔ اتنا تو سب کو یقین تھا کہ ندیم سر چاہے جیسے بھی ہوں گے لیکن کم سے کم آج پڑھائی نہیں ہوگی۔ ایک تو اسکول کا پہلا دن دوسرا ندیم سر کا پہلا پیریڈ، اکثر پہلے پیریڈ میں تعارف کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہوتی۔

ندیم سر کلاس میں داخل ہوتے ہی سیدھے بلیک بورڈ کے سامنے جا کر کھڑے ہو گئے۔ سامنے رکھی میز پر سے چاک اٹھایا اور بلیک بورڈ پر اپنا نام 'سید ندیم' لکھا اور کلاس کے تمام طلبہ سے مخاطب ہوئے اور کہا: ''اسٹوڈنٹس میرا نام ہے سید ندیم۔ میں آپ لوگوں کا نیا ریاضی ٹیچر ہوں۔''

اتنا کہہ کر انھوں نے اپنے بیگ سے کاغذوں کا ایک بنڈل نکالا اور اسے کھولتے ہوئے دوبارہ مخاطب ہوئے: ''بچو آج آپ کا پہلا سرپرائز ٹیسٹ ہے۔''

ندیم سر کا اتنا کہنا تھا کہ سارے طلبہ ہنس پڑے۔ مجھے اور میرے تمام دوستوں کو لگا کہ ندیم سر کوئی مذاق کر رہے ہیں۔ ندیم سر کو ہمارا اس طرح ہنسنا ناگوار گزرا۔ انھوں نے زور سے میز پر اسٹیل رول کو پٹکا اور چیخ پڑے: ''بیوقوفی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے.....! میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس میں ہنسنے والی کون سی بات ہوگئی؟''

اتنا سننا تھا کہ ساری کلاس کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ راشد، جو ہماری کلاس کا مونیٹر تھا وہ بڑی ہمت کے ساتھ کھڑا ہوا اور بولا: ''لیکن سر آج پہلا دن ہے اور آج ہی امتحان کیسے؟''

''کہاں لکھا ہے کہ اسکول کے پہلے دن امتحان نہیں لیا جاسکتا؟ خاموشی سے اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ...!''

اس کے بعد پیپرس کو ہوا میں لہراتے ہوئے ندیم سر نے کہا: ''دیکھو، گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔ یہ صرف ایک منٹ کا پرچہ ہے جس میں دس سوالات ہیں ان سوالوں کے جواب آپ لوگوں کو لکھنا ہے۔ سوالات بہت ہی آسان ہیں۔ آپ پر لوگوں کو فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جو اس پرچہ کو مکمل طور حل کرے گا اسے انعام کے طور پر ایک خوبصورت انک پین دی جائے گی۔'' اتنا کہہ کر انھوں نے سامنے والی قطار سے پرچہ تقسیم کرنا شروع کیا۔

اس دوران کلاس میں بے چینی اور افراتفری کا عالم تھا۔ جب پرچہ میرے ہاتھ لگا تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ پہلا سوال تھا ''آپ کا نام کیا ہے؟'' دوسرا سوال تھا ''آپ کے والد کا کیا نام ہے؟'' تیسرا سوال تھا ''آپ کی والدہ کا نام کیا ہے؟'' چوتھا سوال تھا ''آپ کے دائیں جانب جو لڑکا بیٹھا ہے اس کا نام لکھیں؟'' پانچواں سوال تو بڑا عجیب سا تھا کہ ''کلاس میں موجود کرسیوں کے کل پیروں کی تعداد لکھیں۔'' اسی طرح کل دس سوالات تھے۔ باقی سوالات مجھ سے پڑھے نہ گئے۔ بڑی مشکل سے تین سوالوں کے جواب لکھے تھے کہ ندیم سر نے پرچہ واپس لے لیا۔ آخری لائن میں پرچے تقسیم کرنے کے بعد فوراً پہلی لائن سے پرچہ لینا شروع کر دیا۔ آخر ایک منٹ کا وقت ہوتا ہی کتنا ہے؟ کسی نے دو کسی نے تین اور بہت کم لوگوں نے چار سوالوں کے جواب بڑی مشکل سے لکھے ہوں گے۔

پرچہ واپس لینے کے بعد ندیم سر اپنی کرسی پر بیٹھ گئے اور انھوں نے سرسری نگاہ تمام پرچوں پر ڈالیں۔ اس دوران ہم آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ کانا پھوسی کر کے یہ جاننے کی کوشش کرتے رہے کہ کس نے کتنے سوالوں کے جواب لکھے۔ مجھے تو پورا یقین تھا کہ کسی نے بھی شاید ہی سارے سوالات حل کیے ہوں۔

کچھ دیر بعد ندیم سر مسکراتے ہوئے اپنی کرسی سے اٹھے اور بلند آواز میں پوچھا: ''وہ کون کون ہیں جنھوں نے دس کے دس سوالات کے جوابات لکھے ہیں؟ کھڑے ہو جائیں۔'' کوئی کھڑا نہ ہوا۔ پھر نو، پھر آٹھ، پھر سات، اس طرح پوچھتے رہے۔ کوئی کھڑا نہ ہوا۔ پھر پوچھا: ''اچھا کم سے کم وہ لوگ تو کھڑے ہو جائیں جنھوں نے پانچ سوالوں کے جواب لکھے۔''

اس مرتبہ میری نظریں کلاس روم میں چاروں طرف بڑی تیزی سے گشت کر رہی تھیں کہ اچانک راشد کھڑا ہوا۔ ندیم سر مسکراتے ہوئے راشد کے قریب آکر کھڑے ہو گئے اور اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا: ''اچھا تو جناب آپ نے پانچ سوالوں کے جواب لکھے ہیں...! بھئی واہ...! اچھا چلو اب کہو میں گدھا ہوں...!''

ندیم سر کی اس عجیب و غریب فرمائش سن کر راشد چکرا گیا اور سر جھکائے کھڑا رہا، ٹس سے مس نہ ہوا۔ اب ندیم سر نے سخت لہجے میں کہا تو راشد نے دہرایا کہ ''میں بیوقوف ہوں...!!''

اب ندیم سر کلاس سے مخاطب ہوئے اور کہا: ''آپ سب بھی کہیں، ہم سب بیوقوف ہیں۔''

بلا تاخیر سب چلا اٹھے: ''ہم سب بیوقوف ہیں۔''

''آپ لوگوں میں سے کسی نے بھی پرچے کو مکمل طور پر حل نہیں کیا۔ میں دوبارہ آپ تمام کو پرچہ تقسیم کر رہا ہوں۔'' اتنا کہہ کر انھوں نے سب کو پرچہ تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ میری کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ سر آخر چاہتے کیا ہیں۔ پہلے تو اتنے قلیل وقت کا پرچہ، اس پر یہ ڈانٹ ڈپٹ، اور وہ بھی اسکول کے پہلے ہی دن...!! اور تو اور وہ دوبارہ یہ پرچہ کیوں تقسیم کر رہے ہیں، یہ بھی میری سمجھ سے پرے ہی تھا۔

خیر اب سب کے ہاتھوں میں پرچے تھے۔ ندیم سر نے کہا اب ذرا پرچے پر غور کریں۔ اور سب سے اوپر درج نوٹ پڑھیں۔ میں نے نوٹ پڑھا اور حیران رہ گیا کہ کاش یہ نوٹ میں نے پہلے ہی پڑھ لیا ہوتا۔ میں نے ہی نہیں ہم سب نے زیادہ سے زیادہ سوال حل کرنے کے چکر میں اس نوٹ کو پڑھنا مناسب ہی نہیں سمجھا۔ اب مجھے سچ مچ اپنے گدھے ہونے پر یقین آ گیا۔ نوٹ کچھ یوں تھا ''صرف پہلے سوال کا جواب لکھیں۔''

■

**Rehan Kausar**
Dr. Sheikh Bunkar Colony,
Kamptee 441001
Dist: Nagpur (Maharashtra)

## جوابات

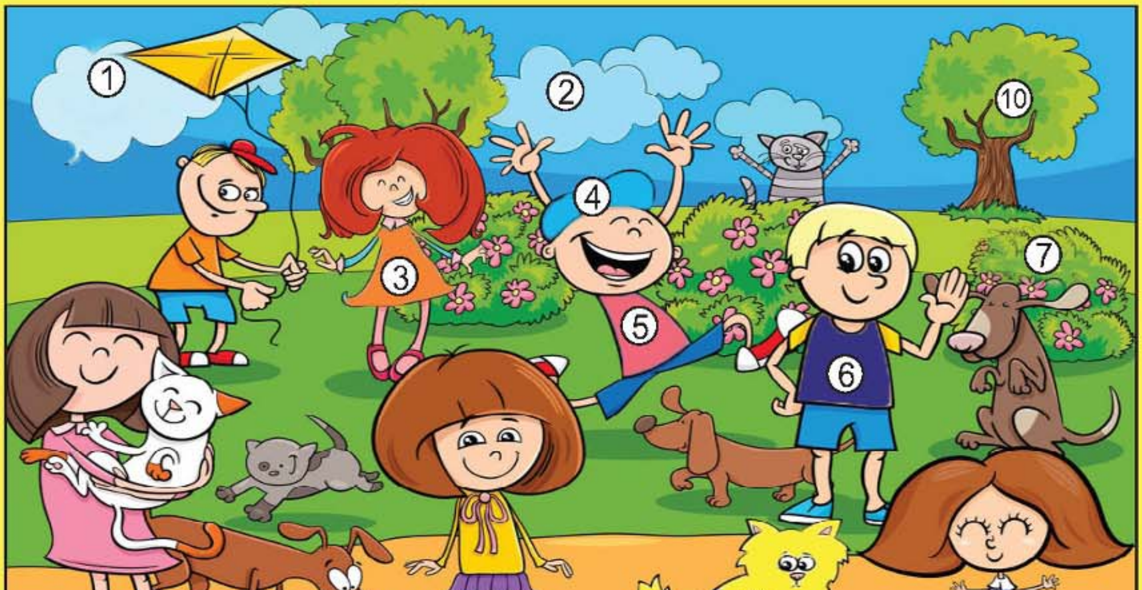

سید واجد علی شاہ



# سیلولر جیل

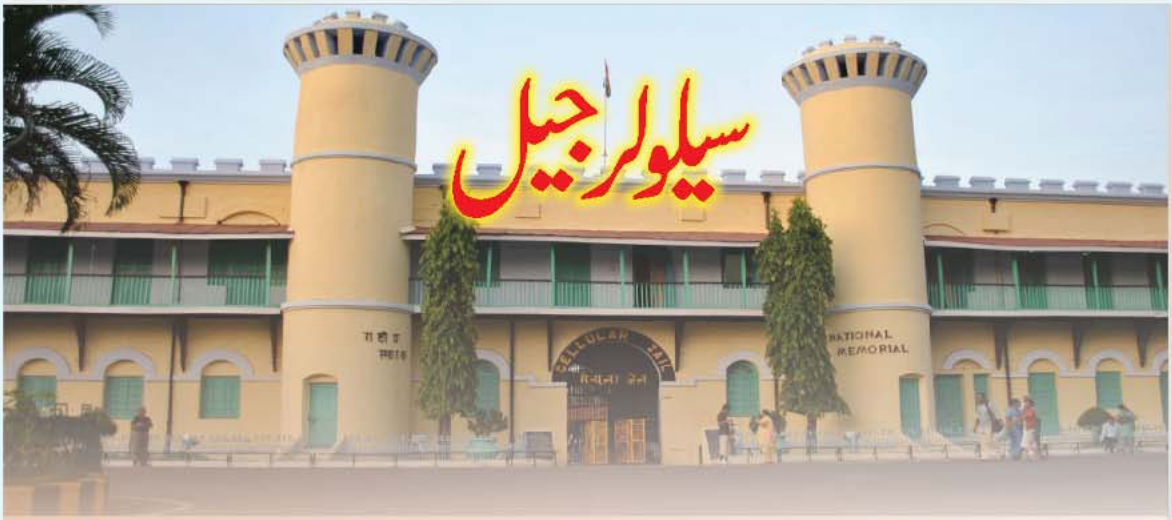


**بچو!** آج ہم اپنے بزرگوں کی قربانی کے صدقے آزادی کا لطف اٹھا رہے ہیں۔ انگریزوں کی غلامی سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے لاکھوں لوگوں نے بلا کسی مذہب و ملت کی تفریق کے اس جدوجہد میں حصہ لیا تھا۔ انھوں نے انگریزوں کی قید کی صعوبتیں سہیں، پھانسی کا پھندا چوما، گولیوں سے اپنے سینے چھلنی کروائے، گھر سے بے گھر ہوئے مگر جھکے نہیں۔ جب انگریزوں نے دیکھا کہ ان کا ہر حربہ ناکام ہوگیا ہے اور وہ مجاہدین آزادی کے فولادی ارادوں کو نہیں توڑ پائے تو 15 اگست 1947 کو انھوں نے ہندوستان کو آزاد کرنے کا اعلان کیا تھا۔

آج میں ایک ایسی جیل کا ذکر کر رہا ہوں جو جنگ آزادی میں حصہ لینے والے مجاہدین آزادی کے لیے کسی متبرک جگہ (تیرتھ) سے کم نہیں تھی۔ یہ انگریزوں کی جیل جس کا نام سیلولر جیل ہے انڈمان نکوبار جزیرہ کی راجدھانی پورٹ بلیئر میں ہے جو آج انگریزوں کے ذریعے مجاہدین آزادی پر کیے گئے ظلم و ستم کی چشم دید گواہ ہے اور انگریزوں کی سب سے خطرناک جیل کی شکل میں شمار ہوتی ہے۔ یہ چاروں طرف سے پانی سے گھری ہے۔ چاروں طرف پانی اور سخت پہرا ہونے کے باعث کسی بھی مجاہد آزادی کے لیے وہاں سے بھاگ نکلنا ناممکن تھا۔

برٹش حکومت میں انگریزوں نے اس تین منزل سیلولر جیل کو بنانے کا کام 1869 میں شروع کیا جو 1906 میں بن کر تیار ہوگئی تھی۔ 1906 میں جب یہ جیل بن گئی تو انگریزوں نے مجاہدین آزادی کو اس جیل میں رکھنا سہی سمجھا اور اس میں قید کر دیا۔ اس جیل میں 694 کوٹھریاں ہیں۔

کئی دفعہ تو مجاہدین اپنے ہی ساتھیوں کے ذریعے دھوکہ دینے کی وجہ سے، اور انگریزوں کے ذریعے فریب سے گرفتار کر کے قید کر لیے جاتے تھے اور سیلولر جیل میں ان کو عمر قید کی سزا کے لیے بھیج دیا جاتا تھا۔ اسے کالا پانی کی سزا کہا جاتا تھا۔ اس جیل کا نام کالا پانی یا بلیک واٹر Black Water اس لیے پڑا کیونکہ اس جیل کے چاروں طرف جو پانی تھا وہ دور سے کالا دکھائی پڑتا تھا۔

اس جیل میں مجاہدین آزادی، محبین وطن کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر برتاؤ کیا جاتا تھا، ان کو کئی کئی دنوں تک

کھانا نصیب نہیں ہوتا تھا اور تنگ کوٹھریوں میں کوہلوں کے حساب سے اناج چکیوں سے پسوایا جاتا تھا۔ ذرا ذرا سی باتوں پر میں انھیں کوڑے برسائے جاتے تھے۔

ابلی ہوئی ایک طرح کی سبزی یا دال جس میں چکنائی کا نام تک نہیں ہوتا تھا مہینوں تک انھیں کھانی پڑتی تھی۔ روٹیاں ایسے آٹے کی ہوتیں جسے جانور بھی نہیں کھاسکیں، انھیں کبھی کبھی تو بنا دال سبزی کے روکھی روٹی کھانی پڑتی تھی۔ اِن مجاہدین آزادی کے ساتھ جو برتاؤ انگریزوں کے ذریعے ہوتا تھا وہ انسانیت کی ساری حدیں توڑنے والا ہوتا تھا۔ اس کے بعد بھی انھیں جیل میں ہی پھانسی پر لٹکا دیا جاتا تھا جس کے گواہ اس جیل کے کمرے اور ان پر لٹکے پھانسی کے پھندے ہیں۔

17ویں صدی میں مراٹھاؤں نے اس جزیرے سے گزرتے برٹش، ڈچ اور پرتگالیوں کے مال سے لدے جہازوں پر حملہ کیا تھا۔ 1786 میں انگریزوں نے گورنر جنرل بلیئر کو بھیج کر پہلی دفعہ اس جزیرے پر قبضہ کرنے کی کوششیں کی تھیں اور 1794 میں کسی مجرم کو پہلی بار اس جزیرے پر رکھا گیا۔ 1857 کی جنگ آزادی کے بعد تو انگریزوں نے کئی جزیروں پر قبضہ کر کے انھیں جیلوں کی طرح استعمال کیا۔

1943 میں نیتاجی سبھاش چندر بوس نے وطن پرستی کا اظہار کرتے ہوئے یہاں ترنگا پھہرایا اور شہیدوں کو خراجِ عقیدت پیش کیا تھا۔

سیلولر جیل اب ایک قومی یادگار میوزیم کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ اس جیل میں شہید ہوئے مجاہدین آزادی کی خوفناک درد بھری داستان کو جو آج بھی رونگٹے کھڑی کر دیتی ہے، دکھایا جاتا ہے، یہاں نمائش لگائی گئی ہے جس میں اس وقت کے حالات کو بخوبی سمجھا جاسکتا ہے۔ اس جیل میں روز لائٹ اور ساؤنڈ شو Light and Sound Show بھی ہوتا ہے جس میں ہندی اور انگریزی میں کمینٹری Commentry کی جاتی ہے۔ یہاں ایک آرٹ گیلری بھی ہے۔

اس جیل میں مولانا فضل حق خیرآبادی، یوگندر شکلا، ونائک ساورکر، ...... ناتھ سانیال، بھائی پرمانند، بابا راؤ ساورکر، سوہن سنگھ بھورائے جیسے مجاہدین آزادی کو قید رکھا گیا تھا۔

بڑی تعداد میں لوگ یہاں روز آتے ہیں اور ان شہید مجاہدین آزادی کی یاد تازہ کرتے ہیں اور انھیں بڑے احترام سے خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

■

**Syed Wajid Ali Shah**
35 Sewa Sadan Block, Complex 12,
1st Floor, Gali No-1
Mandawali Fazalpur, Delhi - 110092

عبداللہ عثمانی



# جانوروں کا انسائیکلوپیڈیا
# حیات الحیوان

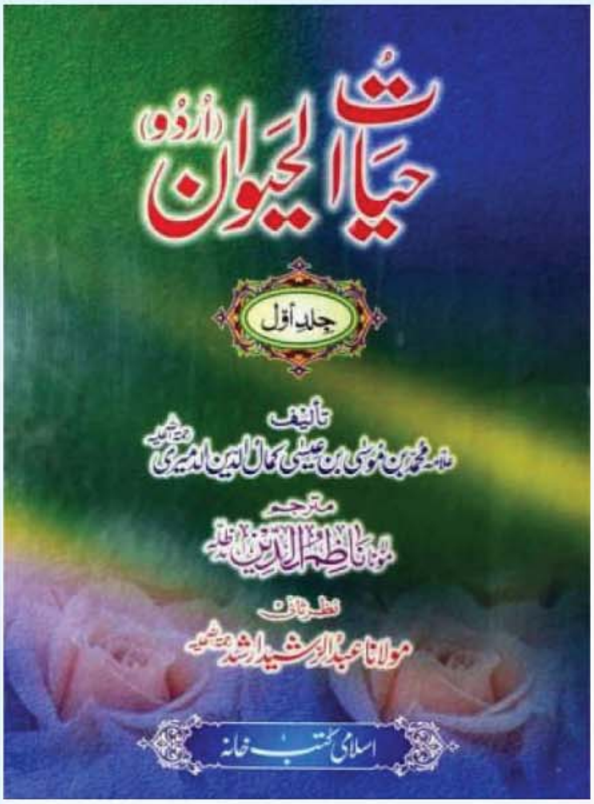


**پیارے بچو!** تم نے ٹی وی پر بہت سے چینلوں کے ذریعہ زمینی اور سمندری جانوروں اور پرندوں کے بارے میں معلومات حاصل کی ہوگی، نیز نئی نئی تکنیک کے ذریعہ جانوروں کی مختلف خصوصیات کو بھی جانا ہوگا آج ہم تمھیں آٹھویں صدی ہجری یعنی چودھویں عیسوی کے ایک مشہور عالم دین اور ماہر حیوانات کی تحقیقات کے بارے میں بتائیں گے۔ پیارے نونہالو! صدیوں پہلے دنیا میں مسلمانوں نے بڑی بڑی ترقیاں کی تھیں۔ گھڑی کی ایجاد سے لے کر جہاز رانی اور ہوائی جہاز تک کی ایجادات میں مسلمان پیش پیش تھے، مگر وقت کے ساتھ ان کے کارنامے تاریخ کا حصہ بن گئے اور انھوں نے ایجادات کی روشنی اور تکنیک کے ذریعہ یوروپ اور جرمنی اور امریکہ نے شہرت حاصل کی۔ خیر چھوڑیے اس موضوع کو، اب اصل موضوع پر آئیے بچو! ہم بات کر رہے تھے حیوانات کی دنیا کی، دنیا کی تاریخ میں مصر ملک اپنی نادر تاریخ رکھتا ہے۔ اس سرزمین پر بڑے بڑے فلسفی، عالم دین اور ماہر فلکیات پیدا ہوئے۔ اسی سلسلے میں ایک عالم تھے محمد بن موسیٰ ابن عیسیٰ علامہ کمال الدین الدمیری ان کی پیدائش 742ھ مطابق 1244 کو قاہرہ (مصر) میں ہوئی اور یہ بہت بڑے عالم وفاضل ہونے کے ساتھ نہایت بزرگ آدمی تھے۔ انھوں نے قاہرہ کی معروف ومشہور دینی یونیورسیٹی 'جامعہ الظاہر' میں درس وتدریس کی خدمات انجام دی تھیں۔ انھوں نے یوں تو کئی کتابیں لکھیں مگر ''حیاۃ الحیوان'' کو خاص شہرت حاصل ہوئی ہے۔ ان کی یہ کتاب نہ صرف جانوروں کی تحقیق کا آئینہ ہے بلکہ ان کی محنت اور کوششوں سے بھی پردہ اٹھاتی ہے۔

پیارے بچو! جس دور میں (آٹھ سو برس قبل) یہ کتاب انھوں نے لکھی اس وقت نہ کمپیوٹر تھا نہ کیمرہ اور نہ ہی انٹرنیٹ اور فون تھا، آمد و رفت کے ذرائع بھی بہت محدود تھے۔ ایسے وقت میں علامہ الدمیری کی یہ کتاب نہایت عجیب وغریب تھی۔ بلاشبہ 'حیات الحیوان' آج بھی علم الحیوانات (Zoology) کے میدان میں اپنی نوعیت کی اہم کتاب ہے، تصور کیجیے آج سے قریب آٹھ سو برس قبل جب کہ یورپ میں ترقی وتمدن کا نام ونشان نہ تھا، علامہ دمیری نے یہ کتاب لکھی جس کو پڑھ کر نہ صرف یوروپ بلکہ اہل ایشیا بھی حیران رہ گئے، اس کتاب میں درج جانوروں کے بارے میں جو تحقیقات سامنے لائی گئی ہیں وہ نہ صرف طبی اور میڈیکل طرز پر مبنی ہیں بلکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ان کی فقہی حیثیت اور جگہ جگہ پر اسلامی واقعات اور تاریخ کو بھی مواقع کے لحاظ سے بیان کیا گیا ہے۔ علامہ دمیری کی وسعتِ معلومات پر تعجب ہوتا ہے کہ اس دور میں انھوں نے یہ معلومات کیسے جمع کیں اور کتنا وقت اس کام میں لگا ہوگا۔ بہرحال اب ہم اس کتاب میں شامل چند جانوروں کے بارے میں بات کریں گے۔ بچو! یہ کتاب علامہ دمیری نے عربی زبان میں لکھی تھی۔ اس کا پورا نام 'الحیات الحیوان الکبریٰ' ہے۔ اس کتاب کے کئی اردو ترجمے مختلف دور میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اس کتاب کا فارسی اور انگریزی زبان میں بھی ترجمہ کیا گیا ہے، علامہ دمیری نے اس کتاب کی ابتدا جنگل کے راجا شیر سے کی ہے۔ اس کی خصوصیات کے بیان میں لکھتے ہیں: ''شیر بھوک کی حالت میں صبر کرتا ہے، پانی کی حاجت بھی بہت کم محسوس کرتا ہے۔ شیر کی خوبیوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ دسرے جانور کا شکار کیا ہوا (جھوٹا) نہیں کھاتا''۔ اونٹ کی خصوصیات میں لکھتے ہیں'' اونٹ کی خصوصیت ہے کہ وہ بھاری بوجھ اٹھا کر بلا تکلیف پاؤں پر کھڑا ہو جاتا ہے اور بیٹھ بھی جاتا ہے، اونٹ فرماں برداری سے منھ نہیں موڑتا، اونٹ ایسا جانور ہے جس کا پتہ نہیں ہوتا، شاید اسی وجہ سے اونٹ کے اندر صبر وتحمل کی بے پناہ قوت ہوتی ہے اور اطاعت وفرماں برداری کا جذبہ پایا جاتا ہے۔''

'البال' کے عنوان سے ایک بڑی مچھلی کا ذکر علامہ دمیری نے کیا ہے جس کی لمبائی پچاس گز بتائی ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ بڑے سمندر میں پائی جاتی ہے جس کو آج ہم وھیل مچھلی کہتے ہیں۔ اسی مچھلی سے عنبر برآمد کیا جاتا ہے، علامہ فرماتے ہیں کہ اس مچھلی کا کچھ حصہ ایک ٹیلے کی مانند معلوم ہوتا ہے کشتی

والے اس سے خوفزدہ رہتے ہیں جب کشتی والوں کو محسوس ہوتا ہے کہ ''البال'' مچھلی ہے تو اس کو ڈھول بجا کر بھگاتے ہیں ''التنین'' (اژدہا سانپ) کے بارے میں علامہ نے بتایا کہ یہ سانپ کھجور کے درخت کی مانند ہوتا ہے۔ اس کی آنکھیں خون کی طرح سرخ، چوڑا منہ، بڑا پیٹ اور چمکدار آنکھیں ہوتی ہیں۔ یہ سانپ بہت سے حیوانات کو نگل جاتا ہے، اس لیے خشکی اور سمندر کے تمام جانور اس سے خوف زدہ رہتے ہیں، گو کہ یہ اجگر اور اینا کونڈا سانپ ہیں۔ 'ابومزینہ' انسانی شکل کی سمندری مچھلی یہ انسان کی طرح ایک سمندری مچھلی ہے جو اسکندریہ وغیرہ کے بعض علاقوں میں ملتی ہے، اس کی شکل وصورت انسان کی مانند ہوتی ہے۔ کھال لیسدار اور چکنی ہوتی ہے، یہ مچھلیاں انسانوں کی طرح ہوتی ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ یہ رونے اور چیخ وپکار کی آواز بھی نکالتی ہیں، جب یہ سمندر کے ساحلوں پر نکل کر انسانوں کی طرح چلنے لگتی ہیں تو شکاری لوگ انھیں پکڑ لیتے ہیں تو یہ رونے لگتی ہیں، شکاری ان پر رحم کھا کر ان کو چھوڑ دیتے ہیں، ''النمل'' (چیونٹی) علامہ دمیری نے چیونٹی کی کئی خاصیتیں لکھیں ہیں۔ اس کے بدن سے ایک معمولی سی چیز نکلتی ہے اور بڑھتے بڑھتے وہ انڈے کی شکل میں بدل جاتی ہے، اس سے ان کی نسل بڑھتی ہے، چیونٹی رزق کی تلاش میں بڑی تدبیریں کرتی رہتی ہے جب کوئی چیز اسے مل جاتی ہے تو دوسری چیونٹیوں کو فوراً بلا لیتی ہے تاکہ سب مل کر خوراک کھائیں اور اٹھا کر لے جائیں، رزق اٹھا کر لانے میں اس کی عجیب عجیب تدبیریں ہیں مثلاً اگر ایسی چیز کا ذخیرہ کیا ہے جس کے اگنے کا اسے خطرہ ہوتا ہے اسے دو ٹکڑے کر دیتی ہے 'الحربا' (گرگٹ) کی بابت علامہ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو (گرگٹ) عجیب وغریب انداز پر پیدا فرمایا ہے تاکہ بغیر حرکت کے اپنا رزق حاصل کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے گرگٹ کو یہ صلاحیت دی ہے کہ گرگٹ بغیر محنت ومشقت کے اپنی آنکھیں چاروں طرف گھما سکتا ہے یہاں تک کہ جس درخت پر ہوتا ہے اس کا رنگ بدل لیتا ہے کہ شکاری محسوس ہی نہیں کر سکتا کہ اس درخت پر کوئی جانور ہے گرگٹ شکلیں اور رنگ بدلنے میں مشہور ہے، العقرب (بچھو) علامہ کمال الدین الدمیری بچھو کے بارے میں لکھتے ہیں کہ بچھو، سبز سیاہ اور زرد رنگ کا ہوتا ہے۔ یہ تینوں قسمیں مہلک ہیں لیکن سب سے زیادہ مہلک سبز رنگ کا ہوتا ہے، بچھو کی آٹھ ٹانگیں ہوتی ہیں اور اس کی آنکھ پشت پر ہوتی ہے۔ بچھو

کے اندر عجیب بات یہ ہے کہ وہ نہ مردے کو کاٹتا ہے نہ سوئے ہوئے کو تاوقتیکہ سویا ہوا آدمی ہاتھ پیر نہ ہلائے، بسا اوقات اس کے کاٹنے سے سانپ بھی مرجاتا ہے، العنکبوت (مکڑی) مکڑی کے بارے میں بھی علامہ کی تحقیقات میں سے یہ بھی ہے کہ یہ ایک کیڑا ہے جو ہوا میں جالا بنتا ہے جس کو مکڑی کہا جاتا ہے، مکڑی کی ٹانگیں چھوٹی اور آنکھیں بڑی بڑی ہوتی ہیں ایک مکڑی کی آٹھ ٹانگیں اور چھ آنکھیں ہوتی ہیں جب وہ مکھی کو پکڑنے کا ارادہ کرتی ہے تو زمین کے کسی کونے میں سکڑ کر بیٹھ جاتی ہے اور جب مکھی اس کے پاس آتی ہے تو ایک دم اس کو پکڑ لیتی ہے اس کا وار کبھی خطا نہیں ہوتا جب کوئی چیز یا مکھی جالے میں پھنس کر حرکت کرنے لگتی ہے تو یہ جلدی سے آکر اس کو جالے میں خوب جکڑ دیتی ہے اور جب وہ بے بس ہوجاتی ہے تو اس کو مخزن میں (شکار رکھنے کی جگہ) لے جا کر اس کا خون چوستی ہے، اگر شکار کے اچھلنے کودنے سے جالے کا کوئی تار ٹوٹ جاتا ہے تو یہ اس کو درست کر دیتی ہے مکڑی کا وہ مادہ (لعاب) جس سے وہ جالا بنتی ہے اس کے پیٹ سے نہیں نکلتا بلکہ اس کی جلد کے اوپری حصہ سے نکلتا ہے۔ جالا بننے والی مکڑی اپنا گھر ہمیشہ مثلث (Triangle) نما بناتی ہے اور اس کی وسعت اتنی رکھتی ہے کہ اس میں خود سما جائے۔

پیارے بچو! اوپر ہم نے جن حیوانات کا ذکر کیا ان کے علاوہ اس کتاب میں ہزاروں سمندری، دریائی، اور زمینی جانوروں کے بارے میں عجیب وغریب معلومات شامل ہیں۔

■

**Abdullah Usmani**
4/16, Gaddi Wara
PO: Deoband - 247554 (UP)
Mob: 9837680287

## جوابات

حروف سے جانور

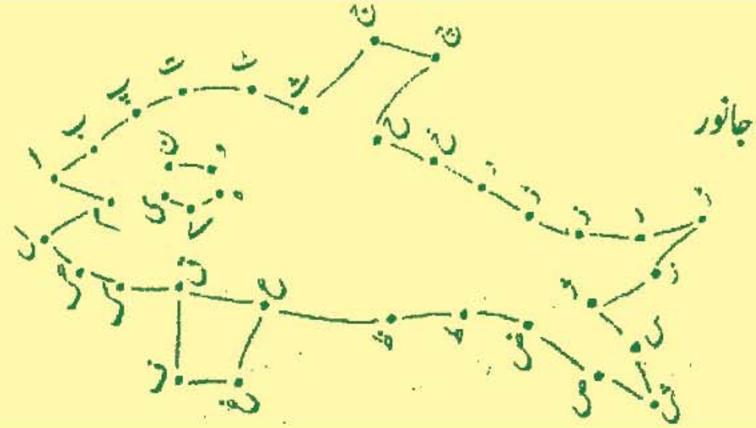

ایچ ایم یسین

# ست رنگی ڈائنا سور

**بچو!** خوب صورتی اور پہچان کے لیے رنگ بہت ضروری چیز ہے، بے رنگ دنیا بہت اداس ہوتی ہے، اس لیے اللہ میاں نے اس جہان میں مختلف رنگ بکھیرے ہیں۔ مختلف رنگوں کے پھول، الگ الگ حسین رنگوں کے پروں والے مور اور مرغ، کوئے کا کالا اور کبوتر کا سفید رنگ۔ بیر بہوٹی جو ایک ننھا سا کیڑا ہے اور برسات میں بارش رکنے کے بعد کبھی کبھی نظر آتا ہے، اس کا مخملی لال سرخ رنگ آپ کو اپنی طرف کھینچے بغیر نہیں رہ سکتا۔

آپ نے برسات کے موسم میں بارش رک جانے کے بعد 'دُھنک' (Rainbow) بھی ضرور دیکھی ہوگی۔ اس کے سات رنگ اور ان کا ایک ساتھ نظر آنا بھی کتنا سندر سماں پیدا کرتا ہے۔ غرض یہ کہ خدا نے اس دنیا کو بنا کر اس میں آسمان و زمین، دریا و پہاڑ، انسان و جانور، چرند و پرند اور نا معلوم کتنے طرح کے حشرات الارض (کیڑے مکوڑے) انسانوں کے آرام، بھلائی اور کام کے لیے بنائے ہیں۔ ان ہی میں سے ایک ڈائنا سور (Dinosour) بھی ہے۔ چنانچہ بچو آج ہم آپ کو ڈائنا سور کے بارے میں ہی کچھ بتلاتے ہیں۔

آج سے کروڑوں سال پہلے زمین پر بڑے بڑے جانوروں کا راج تھا اور ان بڑے جانوروں میں ڈائنا سور بھی تھا۔ سائنسدانوں کا ماننا ہے کہ تقریباً 15 کروڑ برس تک ان جانوروں اور ڈائنا سور کا راج رہا۔ ڈائنا سور دراصل قدیم یونانی (Greek) زبان کا لفظ ہے جو دو لفظوں Deiros (Terrible) اور Sours (Lizard) سے مل کر بنایا گیا ہے۔ جس کو انگریزی میں 'Terrible Lizard' اور ہندی میں ''بھیانک چھپکلی'' کہا جاتا ہے۔ ڈائنا سور کے اب تک جو ڈھانچہ ملے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ یہ نہ صرف بڑے ہوتے ہیں بلکہ ان کے مرغی جیسے چھوٹے ڈھانچے بھی پائے گئے ہیں۔

سائنس دانوں کے بقول ساڑھے چھ کروڑ سال پہلے ایک زبردست دھماکہ میکسیکو کی زمین میں ہوا تھا جس سے سارا

آسمان سیاہی اور راکھ کا ڈھیر بن گیا تھا اور اس میں زمین پر بسنے والے بڑے بڑے جانور ختم ہو گئے تھے ۔ اسی میں ڈائناسور کی نسل کو بھی بہت نقصان پہنچا۔ سائنسدانوں نے یہ بھی بتلایا کہ ڈائناسور کی ڈھائی ہزار سے بھی زیادہ قسمیں تھیں۔ اب تک تلاش کئے گئے ڈائناسور میں سب سے بڑا ڈائناسور امریکہ میں ملا ہے جن میں کچھ کی پونچھ (دُم) 45 میٹر تک لمبی ہوتی تھی جس کی مدد سے دوڑنے کے وقت یہ اپنا اچھا بیلنس بنا لیتے تھے۔

ڈائناسور ایک انڈے دینے والا جانور ہے جو مختلف سائز یعنی کرکٹ بال سے لے کر باسکٹ بال سائز کے ہوتے تھے اور اب تک سب سے لمبا انڈا 19 انچ کا ملا ہے۔ ڈائناسور میں گوشت خور اور سبزی خور دونوں طرح کے ہوتے تھے۔ گوشت خور کھوکھلے ہڈی کے، کم وزن ہوتے جس سے انھیں بھاگنے میں آسانی ہوتی تھی۔ جب کہ سبزی خور بھاری وزن کے ہوتے ہیں اور یہ اپنے چاروں پیروں پر چلتے تھے۔ چونکہ دو پیروں پر ان کا صحیح بیلنس نہیں بن پاتا تھا۔ آپ کو یہ جان کر تعجب ہوگا کہ ہمارے ہندوستان میں بھی تقریباً 19 کروڑ سال پہلے تقریباً 20 طرح کے ڈائناسور پائے گئے تھے۔ جن میں اُڑنے والے اور صرف اپنے پیروں پر چلنے والے ہوتے تھے اور جوراسک (Jurassic) عہد کے خاتمہ پر چھوٹے پر والے پرندوں کا ارتقا یعنی (Development) ڈائناسور سے ہی ہوا تھا۔

چینی ماہر معدومیات (Extinction Expert) ’ژنگ ژو‘ کے بقول یہ ابتدائی پرندے ’آرکیوپٹرکس‘ (جس کا زمانہ 15 کروڑ سال پہلے کا ہے) جیسے تھے۔ آج جہاں چین واقع ہے وہاں ڈائناسور کی یہ انوکھی قسم بڑی تعداد میں موجود تھی اور اس کو ’سائی ہونگ‘ کا نام دیا گیا تھا۔ ’مندارین‘ (چینی طبقہ کی زبان) میں اس کے معنی ’دھنک‘ کے ہی ہیں۔

حال ہی میں کوّے جیسے جسامت کے پرندہ نما ایک ڈائناسور کی دریافت کا چینی سائنس دانوں نے اعلان کیا۔ جس کے پر قوس قزح (دھنک) کی طرح سات رنگوں کی طرح تھے۔ یہ باریک نشانات اس کی گردن، سر اور سینے پر تھے اور جب ان پر روشنی پڑتی تو اس کے پر عین ہمنگ برڈ (Humming Bird) کے جسم کے رنگین بالوں کی طرح چمکتے دکھائی دیتے۔ سائنس دانوں نے بہت طاقتور خوردبین (Microscope) سے ان پروں کے اندر کے ذرات دیکھے تو وہ بالکل ہمنگ برڈ کے سے ذرات جن کو ’میلانوسوم‘ (Melanosom) کہا جاتا ہے اور جن کی ساخت اور کیفیت سے مختلف رنگ بنتے ہیں) کی طرح شوخ اور رنگ برنگ کے پایا۔

’سائی ہونگ‘ کے پر اتنے لمبے ہوتے تھے کہ ان سے سیاہی میں ڈبو کر لکھنے والا قلم بنایا جا سکتا تھا۔ سائنس دانوں کا خیال ہے کہ ’سائی ہونگ‘ کے پر شاید دھیرے دھیرے بدلے ہوں اور اس کے بعد اڑنے والے پرندوں نے وجود پایا ہو۔ ابتدائی تحقیق سے البتہ یہ ظاہر ہوا ہے کہ ’سائی ہونگ‘ دو ٹانگوں پر چلنے والا ڈائناسور تھا جس کی کھوپڑی ’ویلوسی ریپٹر‘ ڈائناسور سے ملتی جلتی تھی اور جس کے دانت اتنے تیز تھے کہ ان سے وہ چھپکلیاں اور چھوٹے دودھ پلانے والے ’میمل‘ جانوروں کا شکار کر کے کھایا کرتا تھا۔

■

**H.M. Yaseen**
425/13, Beerbal Sahni Marg
New Hyderabad
Lucknow - 226007 (UP)

عبیر الٰہی



# کرکٹ کا نیا چمپئن

**انگلینڈ** نے ایک سنسنی خیز مقابلے کے بعد نیوزی لینڈ کو شکست دے کر پہلی مرتبہ عالمی چمپئن ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔

لارڈز کے تاریخی میدان پر کھیلے گئے فائنل میں نیوزی لینڈ نے ٹاس جیت کر پہلے خود بلے بازی کا فیصلہ کیا اور مقررہ 50 اوور میں 8 وکٹ کر 241 رن بنائے۔ سب سے زیادہ اسکور افتتاحی بلے باز ہنری نکولس نے بنایا۔ وہ 123 منٹ میں 77 بالوں پر چار چوکوں کی مدد سے 55 رن بنانے میں کامیاب رہے۔

کریس ووکس نے 37 رن دے کر تین کھلاڑیوں کو آوٹ کیا جبکہ لیام پلنکٹ 42 رن دے کر اتنے ہی وکٹ لینے میں کامیاب ہوئے۔ عالمی کپ کے فائنل میں پانچواں موقع تھا جب کسی ایک ٹیم کے دو بالروں نے تین یا اس سے زیادہ کھلاڑیوں کو آوٹ کیا۔ پانچوں مرتبہ وہی ٹیم جیتی بھی۔

انگلینڈ کے سبھی کھلاڑی 50 اوور میں 241 رن بنا کر آوٹ ہوئے اور اس طرح یہ میچ ٹائی رہا۔ ایک روزہ بین الاقوامی کرکٹ میں ٹائی ہونے والا یہ تیسرا فائنل اور عالمی کپ کا پہلا فائنل تھا جو ٹائی رہا۔ یہ بات پہلے ہی سے طے تھی کہ اگر سیمی فائنل یا فائنل میچ عالمی کپ میں ٹائی رہتا ہے تو ٹونٹی ٹونٹی کرکٹ کی طرح سپر اوور کے ذریعے فیصلہ ہوگا۔

سپر اوور میں انگلینڈ نے 15 رن بنائے۔ نیوزی لینڈ نے بھی سپر اوور میں اتنے ہی رن بنائے جس کی وجہ سے سپر اوور بھی ٹائی رہا۔ اب فیصلہ باؤنڈریوں پر ہونا تھا۔ انگلینڈ نے اپنی اننگز میں 16 باؤنڈریاں ماریں، جبکہ نیوزی لینڈ نے 15 مرتبہ بال کو باؤنڈری لائن کے باہر پہنچایا۔

ٹونٹی ٹونٹی کرکٹ میں ایسا متعدد بار ہوا ہے جب میچ اور سپر اوور دونوں ٹائی ہونے کے بعد اس ٹیم کو فاتح قرار دیا گیا

## عالمی کپ 2019 میں ٹیموں کی کارکردگی

| | ٹیم | میچ | جیتے | ہارے | ٹائی | نامکمل | فتح کا تناسب |
|---|---|---|---|---|---|---|---|
| .1 | انگلینڈ (9) | 11 | 7 | 3 | 1 | – | 68.18 فیصد |
| .2 | نیوزی لینڈ (2) | 11 | 6 | 3 | 1 | 1 | 63.63 فیصد |
| .3 | ہندوستان (3) | 10 | 7 | 2 | – | 1 | 73.00 فیصد |
| .4 | آسٹریلیا (1) | 10 | 7 | 3 | – | – | 70.00 فیصد |
| .5 | پاکستان (5) | 9 | 5 | 3 | – | 1 | 61.11 فیصد |
| .6 | سری لنکا (6) | 9 | 3 | 4 | – | 2 | 44.44 فیصد |
| .7 | جنوبی افریقہ (4) | 9 | 3 | 5 | – | 1 | 38.88 فیصد |
| .8 | بنگلہ دیش (7) | 9 | 3 | 5 | – | 1 | 38.88 فیصد |
| .9 | ویسٹ انڈیز (8) | 9 | 2 | 6 | – | 1 | 27.77 فیصد |
| .10 | افغانستان (10) | 9 | – | 9 | – | – | 00.00 فیصد |

*پچھلے عالمی کپ کی پوزیشن بریکٹس میں ہیں۔

جس نے زیادہ باؤنڈریاں لگائی تھیں۔

انگلینڈ اور ویلس کے مختلف شہروں میں بارہواں عالمی کپ 30 مئی سے 14 جولائی تک کھیلا گیا۔ اس عالمی کپ میں دس ٹیموں کو شرکت کا موقع ملا۔ 1992 کے عالمی کپ کی طرح اس مرتبہ بھی سنگل لیگ کے تحت میچ کھیلے اور پہلی چار پوزیشن حاصل کرنے والی ٹیمیں سیمی فائنل میں کھیلنے کے حقدار بنیں۔

ہندوستان نے 9 میں سے سات میچ جیتے اور لیگ میں پہلے نمبر پر رہی۔ اس کو صرف انگلینڈ نے شکست دی۔ نیوزی لینڈ کے خلاف اس کا میچ بغیر کسی بال کے ختم ہوا تھا۔

پانچ مرتبہ عالمی جیتنے والی آسٹریلیا نے نو میں سے سات میچ جیت کر 14 پوائنٹس کے ساتھ دوسرا مقام حاصل کیا۔ اسے جنوبی افریقہ اور ہندوستان کے ہاتھوں شکست ہوئی تھی۔

میزبان انگلینڈ کو تیسرا مقام ملا۔ اس نے 9 میں سے چھ میچ جیتے۔ اسے پاکستان، سری لنکا اور ہندوستان کے ہاتھوں شکست ملی تھی۔

نیوزی لینڈ اور پاکستان کے پوائنٹس برابر تھے لیکن کیونکہ نیوزی لینڈ کا نیٹ رن ریٹ پاکستان سے اچھا تھا اس لیے وہ چوتھے مقام پر رہی اور سیمی فائنل کھیلنے کی حقدار بنی۔ اس نے گیارہ پوائنٹس حاصل کیے۔ پاکستان، آسٹریلیا اور انگلینڈ کے ہاتھوں اسے شکست ہوئی جبکہ ہندوستان کے ساتھ اس کا میچ مکمل طور پر بارش کی نذر رہا۔

مانچسٹر میں کھیلا گیا پہلا سیمی فائنل دو دن میں مکمل ہوا۔ میچ کے پہلے دن یعنی 9 جولائی کو نیوزی لینڈ نے پہلے بلے

بازی کرتے ہوئے 46.1 اوور میں 5 وکٹ پر 211 رن بنائے تھے۔ دوسرے دن نیوزی لینڈ نے 50 اوور میں 8 وکٹ پر 239 رن بنائے۔ روس ٹیلر نے 130 منٹ میں 90 بالوں پر تین چوکوں اور ایک چھکے کی مدد سے 74 رن بنائے جبکہ کین ولیمسن 137 منٹ میں 95 بالوں پر چھ چوکوں کی مدد سے 67 رن بنانے میں کامیاب رہے۔ ہندوستان کے تیز بالر جسپرت بمرا نے 43 رن دے کر تین کھلاڑیوں کو آؤٹ کیا۔

ہندوستان کی شروعات بے حد خراب رہی تھی۔ اس کے پہلے تین کھلاڑی پانچ کے مجموعی اسکور پر آؤٹ ہو گئے تھے۔ جو عالمی کپ میں کسی بھی ٹیم کی سیمی فائنل میں سب سے خراب کارکردگی تھی۔ ہندوستان کے سبھی کھلاڑی 49.3 اوور میں 221 رن بنا کر آؤٹ ہو گئے جس کی وجہ سے نیوزی لینڈ کو لگاتار دوسری مرتبہ فائنل میں داخل ہونے کا موقع ملا۔

رویندر جڈیجہ نے 84 منٹ میں 59 بالوں پر چار چوکوں اور اتنے ہی چھکوں ک مدد سے 77 رن بنائے جبکہ مہندر سنگھ دھونی 114 منٹ، میں 72 بالوں پر ایک چوکے اور ایک چھکے کی مدد سے 50 رن بنا کر رن آؤٹ ہوئے۔ میٹ ہنری نے 37 رن دے کر تین کھلاڑیوں کو آؤٹ کیا۔

برمنگھم میں 11 جولائی کو کھیلے گئے دوسرے سیمی فائنل میں انگلینڈ نے آسٹریلیا کو 8 وکٹ سے شکست دی اور چوتھی مرتبہ فائنل میں داخلہ حاصل کیا۔ آسٹریلیا کی یہ شکست عالمی کپ میں اس کی آٹھ میچوں میں پہلی تھی۔ اس سے پہلے اس نے سات میں سے چھ میچ جیتے تھے اور ایک میچ ٹائی رہا تھا۔

آسٹریلیا نے پہلے بلے بازی کرتے ہوئے 49 اوور میں 223 رن بنائے تھے۔ اسٹیون اسمتھ نے سب سے زیادہ 85 رن بنائے تھے، 201 منٹ میں 119 بالوں پر چھ چوکوں کی مدد سے۔ کرلیس ووکس نے 20 رن دے کر تین کھلاڑیوں کو آؤٹ کیا تھا۔

انگلینڈ نے 32.1 اوور میں دو وکٹ پر 226 رن بنائے اور فائنل میں داخلہ حاصل کیا۔ جیسن رائے نے 99 منٹ میں 65 بالوں پر 9 چوکوں اور پانچ چھکوں کی مدد سے 85 رن بنائے۔

فاتح ٹیم انگلینڈ کو 40 ملین ڈالرز انعامی رقم کا چیک ملا جو ہندوستانی روپوں میں لگ بھگ 28 کروڑ روپے بنتے ہیں۔ نیوزی لینڈ کو آدھی یعنی لگ بھگ 14 کروڑ روپے کا چیک ملا۔ سیمی فائنل میں ہارنے والی ہندوستان اور آسٹریلیا کو ساڑھے پانچ پانچ کروڑ روپے کا چیک ملا۔

اس عالمی کپ میں سب سے زیادہ رَن ہندوستان کے افتتاحی بلے باز روہت شرما نے بنائے۔ انھوں نے 9 میچوں کی 9 اننگوں میں پانچ سنچریوں اور ایک نصف سنچری کی مدد سے 81.00 کی اوسط اور 98.33 کے اسٹرائیک ریٹ کے ساتھ 648 رن بنائے۔

آسٹریلیا کے تیز بالر مچل اسٹارک نے 10 میچوں میں 92.2 اوور میں 502 رن دے کر 18.59 کی اوسط اور 20.51 کے اسٹرائک ریٹ کے ساتھ 27 وکٹ لیے اور اس عالمی کپ میں سب سے زیادہ وکٹ لینے والے بالر رہے۔

■

**Abeer Ilahi**
1407, Qasim Jan Street
Ballimaran
Delhi - 110006

سید بشیر احمد بشیر شولاپوری

## نویں جماعت کے طالب علموں سے خطاب

راز کی بات میں بتاتا ہوں
سن لو بچو! تمھیں سناتا ہوں
گیارھویں بارھویں کی تیاری
بچو ہوتی ہے نویں سے جاری
دور رہنا پڑھائی سے چھوڑو
بچو! یاری کتاب سے جوڑو
دوستی خوب یہ نبھاتی ہے
تم کو منزل پہ لے کے جاتی ہے
پڑھنے لکھنے کی روز عادت ہو
سب مضامین میں مہارت ہو
وہ جو نویں میں کر دکھائے گا
پھل وہی بارھویں میں پائے گا
بارھویں ایسا اک ٹھکانا ہے
اپنا مقصد تمھیں جو پانا ہے
بات سمجھو اگر سیانے ہو
اپنے فیوچر کو سامنے رکھو
جیتنا ہاتھ میں تمھارے ہے
فیصلہ ہاتھ میں تمھارے ہے

■

**Syed Bashir Ahmed Bashir**
Darus Salam Residency
7th Floor, 708,
Near Pangal Urdu High School
Siddheshwar Peth, Solapur - 413001 (MS)

شمیم اختر

اونچا پربت ہے، پھر بھی چڑھائی کرو
زندگی ہوگی بہتر، پڑھائی کرو

فیل ہونا بہت ہی بری بات ہے
بھائی ایسے نہ تم جگ ہنسائی کرو

وقت یوں نہ گنواؤ خدا کے لیے
رٹ لیا ہے سبق جو لکھائی کرو

مشکلوں میں جو ساتھی کے کام آتے ہیں
ان سے ہرگز نہ یوں تم لڑائی کرو

کم ذہانت کے باعث پچھڑتے ہیں جو
ایسے ساتھی کی بھی رہنمائی کرو

آگہی پر کبھی مت تکبر کرو
ہوسکے اور جتنی پڑھائی کرو

التجا ہے یہ اختر کی ماں باپ سے
اپنے بچوں کی ہمت افزائی کرو

■

**Shamim Akhtar**
5, P.M. Bustee 4th Lane, Shibpur
Howrah - 2 (West Bengal)

شاہین بیگ

# پیاری باتیں

آؤ پیارے! آؤ پیارے
مل کر قدم بڑھاؤ پیارے
پڑھ لکھ کر ہے آگے بڑھنا
وقت کو کام میں لاؤ پیارے
جھوٹ دغا کے پاس نہ جاؤ
سچّے ہی کہلاؤ پیارے
محنت سے ہے سب کچھ ملتا
اس سے نہ گھبراؤ پیارے
مڑ مڑکر نہ پیچھے دیکھو
آگے بڑھتے جاؤ پیارے
جب بھی کوئی رستہ پوچھے
سیدھی راہ بتاؤ پیارے
تم سے ہی دنیا روشن ہے
علم کا دیپ جلاؤ پیارے

آپس میں نہ جھگڑا کرنا
بگڑی بات بناؤ پیارے
نفرت سے تم نفرت کرنا
گیت وفا کے گاؤ پیارے
دنیا سے کینہ مٹ جائے
چاہت کو پھیلاؤ پیارے
یہ پیغام سنانا ہے تو
سب سے میل بڑھاؤ پیارے
بچو! یہ بھی کہتے رہنا
عقل کو کا مہیں لاؤ پیارے

■

**Shahin Beg**
Upper Primary School
Mudhhuwa Dakshini
Shikargani-Chakia
Distt: Chandauli - 232103 (UP)

سراج احمد دُلار

# اسکول کی گھنٹی

روتوں کو ہنسا دیتی ہے اسکول کی گھنٹی
ہنستوں کو رُلا دیتی ہے اسکول کی گھنٹی

ہر وقت نظر رہتی ہے بے تاب گھڑی پر
ہر وقت صدا دیتی ہے اسکول کی گھنٹی

ہے وقت کی پابند اٹھاتی نہیں تُہمت
سوتوں کو جگا دیتی ہے اسکول کی گھنٹی

جب بور بہت کرتا ہے پیریڈ تو اُسی دم
کیا خوب مزہ دیتی ہے اسکول کی گھنٹی

ریس میں گھڑی بھر کو چھکنے نہیں دیتی
جھٹ شور مچا دیتی ہے اسکول کی گھنٹی

چھٹی بھی عجب چیز ہے، بچوں کو گھڑی بھر
گلفام بنا دیتی ہے اسکول کی گھنٹی

اتوار کو بھی چین سے سونے نہیں دیتی
خوابوں میں ٹن ٹناتی ہے اسکول کی گھنٹی

سچ تو یہی ہے جان لیں، بچوں کو اے دُلار
انسان بنا دیتی ہے اسکول کی گھنٹی

■

Siraj Ahmed Dular
296, Chuna Bhatti
Malegaon
Nasik (Maharashtra)

اسلم سیفی

# راجہ رانی

آؤ بچو سنو کہانی
ایک تھا راجہ ایک تھی رانی

ان کے بیٹے چار تھے سینے    سب کے سب بیکار تھے سینے
اَن پڑھ تھے چاروں جاہل تھے    فکر نہیں تھی سب کاہل تھے
راجہ یہ سوچا کرتا تھا    ان کا مستقبل کیا ہوگا
اک دن کی ہے بات اچانک    فیصلہ دل میں کیا بھیانک
چھوڑ آیا ان سب کو بن میں    ایک پہاڑی کے دامن میں
سوچا ان کو بھوک لگے گی    عقل ٹھکانے تب آئے گی
بھوک لگی تو چاروں جاگے    دوڑے اِدھر اُدھر وہ بھاگے
یہاں کہاں تھا شاہی کھانا    حدِنظر جنگل ویرانہ
مجبوراً وہ جنگل آئے    کچھ پھل توڑے بیٹھ کے کھائے
اتنے میں اک شیر دہاڑا    خوف سے ان کا دل تھرایا
لیکن وہ ہمت نہ ہارے    چاروں مل کر شیر کو مارے
دور نظر آئی اک کُٹیا    کٹیا آئے چاروں بھیا
کٹیا میں اک سادھو جی تھے    ان کو سارا حال سنائے
سادھو جی نے گلے لگایا    پیار سے ان چاروں کو پڑھایا
پڑھ لکھ کر وہ نام کمائے    لوٹ کے واپس گھر کو آئے

■

**Aslam Saifi**
10, La Road
Gaya - 823001 (Bihar)

کرشن چندر

# بچپن

**ہمارے بچپن** کا شہر، روم کے شہر کی طرح سات پہاڑیوں پر بسا ہوا تھا۔ ایک پہاڑی کے نیچے ایک بہت خوب صورت پہاڑی چشمہ تھا۔ یہاں ایک عمدہ باؤلی بنی ہوئی تھی۔ چشمے سے لوگ گھروں کے لیے پانی بھر کر لے جاتے تھے اور نیچے کی باؤلی میں نہاتے تھے۔ یہ جگہ ڈونگس کی باؤلی کہلاتی تھی۔

اتوار کے دن ہم یہاں نہانے کے لیے آیا کرتے تھے۔ ماں جی بہت بگڑتی تھیں۔ جب گھر میں غسل خانہ موجود ہے، نہلانے کے لیے نوکر چاکر موجود ہیں، تو سب کے ساتھ باؤلی پر جا کر نہانے کی کیا ضرورت ہے؟— اب ہم انھیں کیسے سمجھاتے کہ سب کے ساتھ نہانے میں جو مزا ہے وہ اکیلے نہانے میں نہیں ہے۔ پھر بچوں کا کہنا آج تک کسی ماں نے مانا ہے؟

ڈونگس کی باؤلی سے آدھے میل کی دوری پر دریا بہتا تھا۔ پہاڑی چٹانوں سے ٹکراتا ہوا، بڑے بڑے پتھروں کے اوپر سے لڑھکتا ہوا مشرق سے مغرب کی طرف بہتا تھا۔ سردیوں میں اس دریا کی روانی بہت کم ہو جاتی اور یہی دریا ایک کے بجائے کئی دھاراؤں میں بٹ جاتا۔

ایک روز جب ہم ڈونگس کی باؤلی پر نہانے کے لیے گئے ہوئے تھے۔ کسی نے صلاح دی کہ دریا پر چل کے نہانا چاہیے۔ آج تک ہم کبھی دریا میں نہائے نہ تھے۔ عمر بھی چھوٹی تھی، یہی کوئی سات آٹھ سال کے رہے ہوں گے۔ ڈر بھی لگتا تھا۔ شاید ڈوب جائیں گے۔ ڈوب جانے سے زیادہ اس بات کا صدمہ تھا کہ بعد میں ماں جی روئیں گی۔

ایک بڑے سے لڑکے نے میرا چہرہ دیکھ کر کہا۔ ڈرو مت۔ دریا بہت سی دھاراؤں میں بٹا ہوا ہے۔ کسی چھوٹی سی

دھارا میں چل کے نہائیں گے۔ سب لڑکے اس کے ساتھ چل دیے۔ ہم بھی، میرا چھوٹا بھائی بھی۔

دریا میں نہاتے وقت بہت مزہ آیا۔ پانی کی دھار بڑے بڑے پتھروں کو پھلانگتی ہوئی اوپر سے آتی تھی اور شور مچاتی ہوئی دور تک نیچے چلی جاتی تھی۔ اوپر سے بڑی بڑی لہریں بل کھاتی ہوئی آتیں اور نیچے جا کر شانت ہو جاتیں۔ ہمیں تیرنا نہیں آتا تھا مگر ایک لڑکے نے بتایا تیرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے آپ کو لہروں کے اچھال کے سپرد کردو۔ وہ تمھیں خود سے بہاتی ہوئی اوپر سے نیچے لے جائیں گی۔ جہاں پانی شانت ہے۔ ایسا ہی کیا گیا۔ دیر تک نہاتے رہے اور لہروں کے ساتھ دھومیں مچاتے ہوئے اوپر سے نیچے آتے گئے۔

مگر ایک دفعہ جو لہروں کے بہاؤ کے ساتھ جانے میں ذرا دیر کردی تو گھٹنے دو تین چار بار پتھروں سے ٹکرا گئے۔ دَرد سے بلبلا کر پانی سے باہر نکلے تو دیکھا کہ دونوں گھٹنوں سے لہو بہہ رہا ہے۔ دریا کے کنارے کی ریت اور مٹی مَل مَل کر لگائی مگر لہو بند نہ ہوا۔ گھر پہنچے تو ماں جی نے پکڑ لیا ''کہاں گئے تھے؟''

پہلے تو جھوٹ بولا۔ مگر جب جھوٹ بولنے سے کام نہیں چلا تو سچ بولا۔ سچ بولنے پر پٹائی کی گئی۔ پٹائی کے بعد ماں جی رونے لگیں۔ گلے سے لگا کر بولیں:

''اگر تم ڈوب جاتے تو—؟'' اس وقت ہمیں ماں جی کی گود میں وہی مزا آیا جو اپنے آپ کو دریا کی لہروں کے سپرد کرنے میں آیا تھا۔

پانچ چھ دن کے بعد گھٹنے ٹھیک ہو گئے۔ پھر وہی ڈونگس کی باؤلی، مگر ماں جی نے اِس بار ایک نوکر ساتھ کر دیا اور اسے ہدایت کر دی کہ ہمیں دریا نہ جانے دے۔

مگر وہ نوکر بھی کم بخت لڑکا سا تھا۔ اسے بھی ہماری طرح دریا میں نہانے کا شوق تھا۔

پھر نہائے۔ پھر نہائے۔ کئی بار گھٹنے چھلے۔ مگر دھیرے دھیرے دریا میں نہانا آ گیا۔

اسکول میں ورزش کرانے والے پی۔ ٹی کے ایک ماسٹر جی تھے۔ جسم بہت گٹھا ہوا تھا۔ گال سرخ، مگر قد بہت چھوٹا تھا۔ اس پر ایک کمزوری یہ تھی کہ ورزش کراتے کراتے سو جاتے تھے۔

ایک دفعہ کیا ہوا، ہماری کلاس پریڈ کر رہی تھی— پی۔ ٹی ماسٹر جی نے کہا۔

''لنج فارورڈ Lunge, Forward''

ساری کلاس نے لائن میں کھڑے ہو کر ایک ہاتھ آگے کو بڑھا دیا۔ ایک پاؤں اوپر اٹھایا اور اب اس حالت میں کھڑے ہیں اور امید کر رہے ہیں کہ ماسٹر جی پریڈ کا رخ بدلیں—

مگر ماسٹر جی تو سو رہے ہیں۔ حکم دے کر کھڑے کھڑے سو رہے ہیں اور ہم سب لڑکے ایک ہاتھ آگے بڑھائے دوسری ٹانگ اوپر اٹھائے چپ چاپ کھڑے کھڑے تھکے جا رہے ہیں۔

آخر مجھ سے نہ رہا گیا۔ ماسٹر جی کا چھوٹا سا قد۔ لال چہرہ، جھکا ہوا سر اور سر کے اوپر اٹھے ہوئے بال دیکھ کر مجھے گلیوں میں گھومنے والا مرغا یاد آ گیا۔ میں نے زور سے آواز لگائی۔

''ککڑوں کوں!''

ماسٹر جی اک دم چونک کر جاگے۔ ساری کلاس ہنس پڑی۔

''کس نے ککڑوں کوں کہا'' ماسٹر جی زور سے گرجے۔

خیر میری پٹائی جو ہوئی سو ہوئی، مگر اس دن سے پی ٹی ماسٹر جی کا نام مرغا ماسٹر پڑ گیا۔

جدھر گزرتے، لڑکے چھپ کر زور سے چلاتے۔

''ککڑوں کوں!''

جب اسکول میں اور ذرا بڑے ہوئے یعنی جب لکھنے پڑھنے کی سمجھ آئی، تو ایک دن نئی شرارت سوجھی۔ ہیڈ ماسٹر جی کا سالا عبداللہ اس کا نام تھا۔ ہمارا گہرا دوست تھا۔ اسکول دومنزلہ تھا۔ نیچے کی پچھلی ہوئی منزل میں ہائی اسکول تھا— اوپر کی آدھی منزل میں ہیڈ ماسٹر صاحب کا گھر تھا۔ اسکول میں آنے جانے کے لیے لڑکوں کے لیے نچلی منزل پر ایک بڑا پھاٹک تھا، جس پر ہمیشہ چوکی دار کا پہرہ رہتا تھا۔ اوپر کی منزل کو جانے کے لیے ایک سیڑھیوں والا دروازہ الگ سے تھا۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کے گھر سے اسکول کے اندر جانے کے لیے ہیڈ ماسٹر صاحب کے لیے ایک سیڑھی والا رستہ اور بھی تھا۔

یہ دروازہ ان کے گھر سے ان کے آفس تک جاتا تھا۔

چھٹی کے دن یہ دروازہ بند رہتا۔ آفس کا بھی اور گھر سے آفس جانے کا کوریڈور بھی۔ باہر کا پھاٹک بھی بند تھا اور اسکول کے باہر چوکیدار کا پہرہ تھا۔ جب ہیڈ ماسٹر صاحب گھر سے کہیں باہر جاتے۔ میں اور عبداللہ اوپر چھت پر جا کر پتنگ اڑاتے یا بنٹے کھیلتے۔ کبھی کبھی عبداللہ اپنی بہن سے اندر کے کوریڈور کی چابی مانگ لیتا اور ہم لوگ ہیڈ ماسٹر کے آفس کے باہر جا کر باغیچے میں بیٹھ جاتے اور باغیچے کا فوارہ چلا کر اس کا تماشہ دیکھتے۔

جغرافیہ پڑھانے والے ماسٹر جی کی آواز بڑی کڑوی کسیلی تھی۔ لگتا تھا روز کونین کی گولی نگل کر آتے ہیں مگر ان میں دو تین کمزوریاں تھیں۔ ایک تو وہ جن لڑکوں کی پرائیویٹ ٹیوشن لیتے تھے، ان پر خاص توجہ کرتے تھے۔ دوسرے ہم دونوں کو کبھی نہیں پیٹتے تھے۔ ایک مجھے کہ میں ڈاکٹر کا لڑکا تھا اور ڈاکٹر صاحب ہر ہفتے، ایک دفعہ ضرور اسکول کے بچوں کا معائنہ کرنے آتے تھے۔ دوسرے وہ عبداللہ کو کبھی نہیں پیٹتے تھے کیونکہ عبداللہ اسکول کے ہیڈ ماسٹر کا سالا تھا۔

ایک روز میں نے اور عبداللہ نے آپس میں صلاح کی۔

''بھئی۔ بہت بری بات ہے۔ یہ کم بخت ہمیں پیٹتا ہی نہیں۔''

''ہاں!'' عبداللہ بولا ''لڑکوں میں تو بڑی ہیٹی ہو رہی ہے ہماری! سب ہی انگلی اٹھانے لگے ہیں۔ کہتے ہیں تو سالا— ہیڈ ماسٹر صاحب کا سالا ہے۔ دوسرا ڈاکٹر کا بیٹا ہے۔''

اگر جغرافیہ والے ماسٹر جی نے ہمیں نہ پیٹا تو سخت بے عزتی ہو جائے گی لڑکوں میں۔ طے کیا گیا کہ اگلے دن جغرافیہ والی کلاس میں ماسٹر جی جو سوال پوچھیں گے اس کا غلط جواب دیا جائے گا اور ماسٹر جی سے پٹائی حاصل کر کے لڑکوں میں سرخروئی حاصل کی جائے گی۔

دوسرے دن ماسٹر جی نے افریقہ کا نقشہ سمجھاتے ہوئے پوچھا ''ٹمبکٹو کہاں ہے۔''

میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا ''سر وہ چھٹی پر گیا ہے، اس کی ماں بیمار ہے۔''

ساری کلاس ہنس پڑی۔

ماسٹر جی کو غصہ تو بہت آیا، مگر پی گئے۔ اس پر عبداللہ نے ہاتھ اٹھایا۔

''یہ غلط کہتا ہے ماسٹر جی۔ ٹمبکٹو ایک قسم کا گدھا ہوتا ہے۔ افریقہ کے جنگلوں میں پایا جاتا ہے۔''

ماسٹر جی ہنس کر ٹال گئے۔ بولے ''اچھے بچے شرارت نہیں کرتے۔ ذرا اس نقشے کی طرف دھیان دو۔ ٹمبکٹو شہر یہاں واقع ہے۔''

ہم دونوں کے چہرے اتر گئے۔

دوسرے دن اتوار تھا۔ میں نے عبداللہ سے کہا: ''اس کم بخت نے آج بھی نہیں پیٹا — اس ماسٹر جی کی خبر لینی چاہیے۔''

''مگر کیسے؟''

میں نے کہا ''ایک ترکیب سمجھ میں آئی ہے۔ اس ماسٹر جی کے خلاف ایک اشتہار لکھ کر ہیڈ ماسٹر جی کے آفس کے باہر چپکا دینا چاہیے۔''

عبداللہ نے تالی بجائی۔

میں نے اشتہار لکھا۔ شاید ادب کے میدان میں یہ میرا پہلا قدم تھا۔ عبداللہ گوند لے آیا۔ پھر اپنی بہن کے کمرے سے چپکے سے چابی لے آیا۔ ہم نے خاموشی سے یہ اشتہار ہیڈ ماسٹر کے آفس کے باہر چپکا دیا۔

اس دن اتوار تھا۔ دوسرے دن جب اسکول کھلا تو سب ہی دھک سے رہ گئے۔ نہ صرف ماسٹر جی بلکہ اسکول کے لڑکے بھی غول کے غول آ کے وہ اشتہار پڑھتے اور خوشی سے تالی بجاتے۔ اس اشتہار میں جغرافیہ والے ماسٹر جی کی خاصی کھلّی اڑائی گئی تھی۔ کسی کا شبہ ہم پر نہ گیا کیونکہ اشتہار میں خاص طور پر اس اَمر پر زور دیا گیا تھا کہ جغرافیہ والے ماسٹر جی خاص طور پر طرف داری کرتے ہیں اور ڈاکٹر کے بیٹے اور ہیڈ ماسٹر کے سالے اور سپر نٹنڈنٹ پولیس کے لڑکے کو کبھی نہیں پیٹتے۔

دوسرے ماسٹر صاحبان نے مزے لے لے کر اس اشتہار کو پڑھا۔

حساب کے ماسٹر جی نے خاص طور پر خوش ہوکر کہا ''شکر ہے۔ کسی نے میرے خلاف کچھ نہیں لکھا۔''

اس پر میں نے اور عبداللہ نے ایک دوسرے کو کنکھیوں سے دیکھا۔

اگلے سوموار کو حساب والے ماسٹر جی کے خلاف ایک لمبا چوڑا اشتہار لگا تھا۔ پھر تو ہماری ہمت بندھ گئی۔ ہر اتوار کو نئے اشتہار کا مسودہ تیار ہوتا اور مختلف ماسٹروں کی ناانصافیوں کے تذکرے تیار کر کے چپکا دیے جاتے۔ سارے اسکول میں کھلبلی مچ گئی۔ کسی کی کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا۔ اشتہار کون لگاتا ہے اور کیسے؟ دن بھر اسکول کھلا رہتا ہے۔ رات کو پھاٹک باہر سے بند ہوتا ہے۔ چوکیدار کا پہرہ ہوتا ہے۔ اوپر کی منزل میں ہیڈ ماسٹر صاحب خود نگرانی کرتے ہیں۔ پھر بھی ہر سوموار کو ایک نیا اشتہار موجود رہتا ہے۔

ایک روز عبداللہ کی بہن نے مجھے اور عبداللہ کو اشتہار لگاتے ہوئے پکڑ لیا۔ دوسرے دن اسکول کے پانچ سو لڑکوں کے سامنے کھڑا کر کے ہیڈ ماسٹر صاحب نے ہم دونوں کی دُھنائی کی...

اشتہار اب بھی میں روز لگاتا ہوں۔ پہلے ماسٹروں کے خلاف۔ آج سماج کے خلاف۔ دھنائی بھی ہوتی ہے۔ مگر مزا آتا ہے۔ میں وہی بچہ ہوں، بالکل نہیں بدلا۔ ■

ادارہ

تیسری قسط

# اردو زبان کا جادو

پیارے دوستو! 'بچوں کی دنیا' آپ سب کا اپنا رسالہ ہے۔ ہماری کوشش رہتی ہے کہ رسالے میں زیادہ سے زیادہ دلچسپ اور کارآمد تحریریں شائع کی جائیں۔ اِس رسالے کی اشاعت کا سب سے اہم مقصد یہ ہے کہ ہم اپنی زبان اردو کو فروغ دیں اور زیادہ سے زیادہ لوگ اس زبان کو سیکھیں۔ کسی بھی زبان کو سیکھنے کے لیے اگر اس میں کھیل اور مزے کو شامل کرلیا جائے تو سیکھنے میں دلچسپی بڑھ جاتی ہے۔ اِس شمارے سے ہم اردو زبان کے لسانی کھیلوں پر مشتمل ایک سلسلہ شروع کررہے ہیں جو قومی اردو کونسل سے شائع کتاب 'اردو زبان کا جادو' سے لیا گیا ہے۔ امید ہے کہ آپ سب اس سلسلے کو پسند کریں گے۔ (ادارہ)

اِس ذہنی آزمائش کے جوابات اِسی شمارے میں آپ کو مل جائیں گے۔

## (3) حروف سے جانور

مقصد : حروف تہجی کی ترتیب سے واقفیت

ہدایت : حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق حروف کو ایک لکیر سے ملا کر دیکھیے کہ آخر میں کس جاندار کی تصویر بنتی ہے۔

کھلاڑی : 1 وقت : 2 منٹ نمبر : 5

■ جوابات اسی شمارے میں تلاش کریں

■

ماخذ: اردو زبان کا جادو (پارٹ 1)

ادارہ، سنہ اشاعت: تیسری طباعت 2009

ناشر: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

## پہلی قسط

انجن ناری کی کہانی
اسی کی زبانی
مصنف: شمس الاسلام فاروقی
مصور: فجر الدین
ISBN:978-93-5160-157-9
NCPUL
New Delhi
قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان
وزارت ترقی انسانی وسائل، حکومت ہند
فروغ اردو بھون، ایف سی 33/9،
انسٹی ٹیوشنل ایریا، جسولہ، نئی دہلی۔ 110025
₹20/-

میرا کاجل جیسا کالا، چمکدار بدن اور پتلی نازک کمر دیکھ کر ہی شاید مجھے انجن ناری نام دیا گیا ہوگا۔ ویسے مٹی گوندھ کر گھر بنانے کی وجہ سے کچھ لوگ مجھے گوندھنی یا کمہاری بھی کہتے ہیں۔ میری کہانی بہت عجیب ہے، اتنی عجیب کہ اگر سنو گے تو یقین کرنا مشکل ہو جائے گا اور سچ تو یہ ہے کہ مجھے خود یقین نہیں آتا۔ اپنی موجودہ صورت کو دیکھ کر یہ سوچنا بھی عجیب لگتا ہے کہ کبھی میری شکل اتنی بُری تھی کہ اُسے دیکھ کر مجھے خود ہی گھن آتی تھی۔

بالکل شروع کی بات ہے میں تقریباً ڈھائی دن تک ایک چھوٹی سی کوٹھری کے کونے میں بے سدھ پڑی تھی۔ میرے لیے ہلنا جلنا تک ممکن نہ تھا۔ صرف اپنے سر کو دائیں بائیں ہلا سکتی تھی۔ ایک بار جو سر گھمایا تو قریب ہی کھانے کی کوئی چیز پڑی نظر آئی۔ میں نے بڑی مشکل سے اسے کھایا۔ اس کا مزہ اچھا تھا اور اسے کھانے سے بدن میں کچھ طاقت بھی آ گئی تھی۔ آہستہ آہستہ میں نے اس چیز کو پورا ختم کر ڈالا جس کے بعد سچ مچ میرے جسم میں اتنی طاقت آ گئی کہ میں اپنی جگہ سے اٹھ کر اُس کال کوٹھری میں ٹہلنے لگی۔ وہ کال کوٹھری بھی عجیب تھی، ہر طرف سے بند۔ اِس میں نہ کوئی کھڑکی تھی اور نہ کوئی دروازہ۔ وہ ہر طرف سے بند تھی۔ سوچتی ہوں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر میں اُس کال کوٹھری میں آئی کیسے تھی!

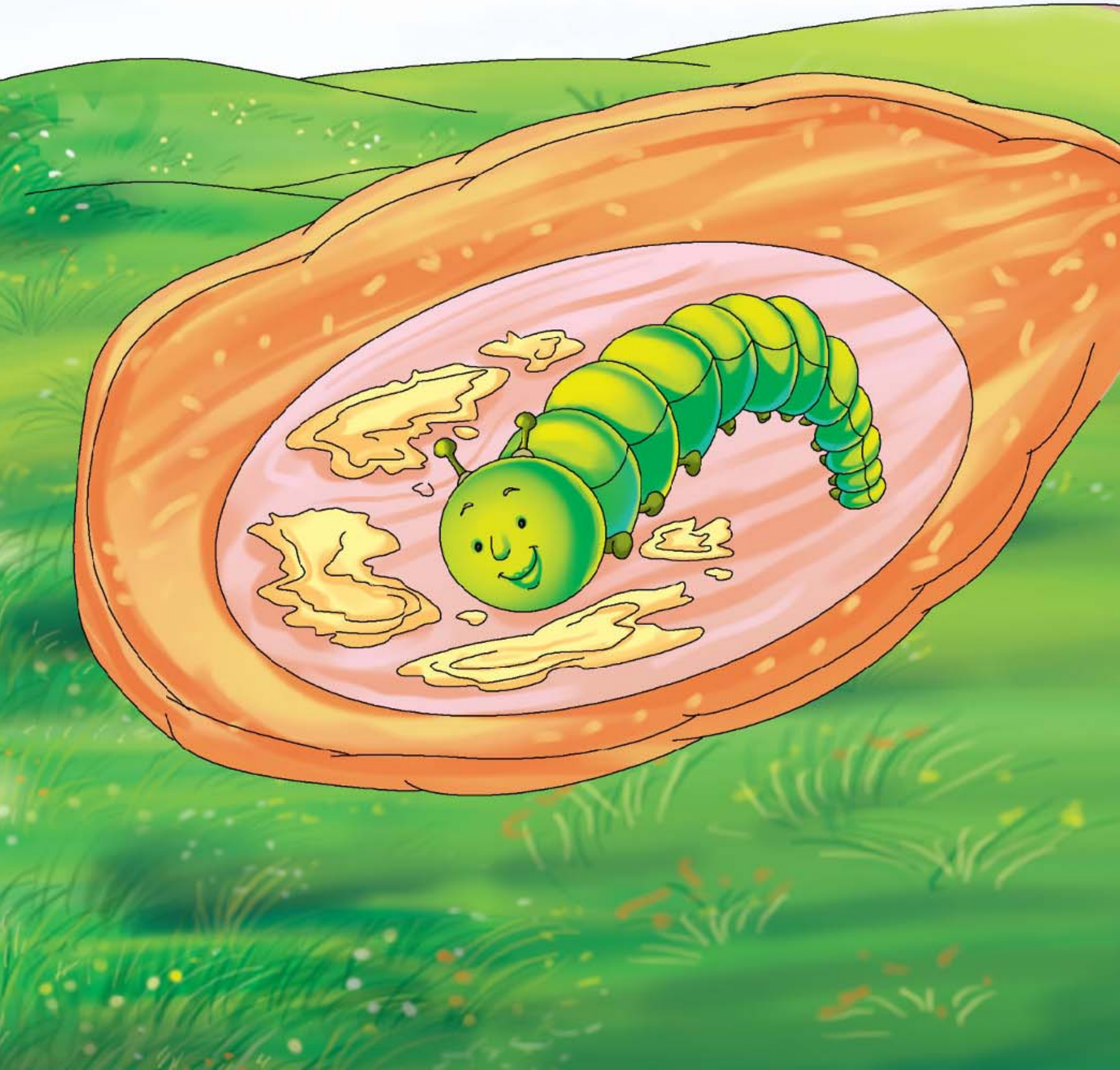

میں چل تو سکتی تھی مگر میرا جسم اب بھی بہت ملائم اور لجلجا تھا، بالکل کسی گیلے دھاگے کے ٹکڑے کی طرح۔ میرے منہ میں دو دانت تھے جو کسی قدر سخت اور مضبوط تھے۔ میں نے اُس کال کوٹھری میں گھوم گھوم کر اس کی دیواروں پر اپنے دانت مارنا شروع کیے۔ ایک جگہ کی آواز سے لگا جیسے وہاں کی دیوار کچھ کچی ہے۔ میں نے اُس جگہ کو اپنے دانتوں کی نوک سے کھرچنا شروع کر دیا اور سچ مچ تھوڑی کوشش کے بعد دیوار میں ایک سوراخ بنانے میں کامیاب ہو گئی۔

(جاری...)

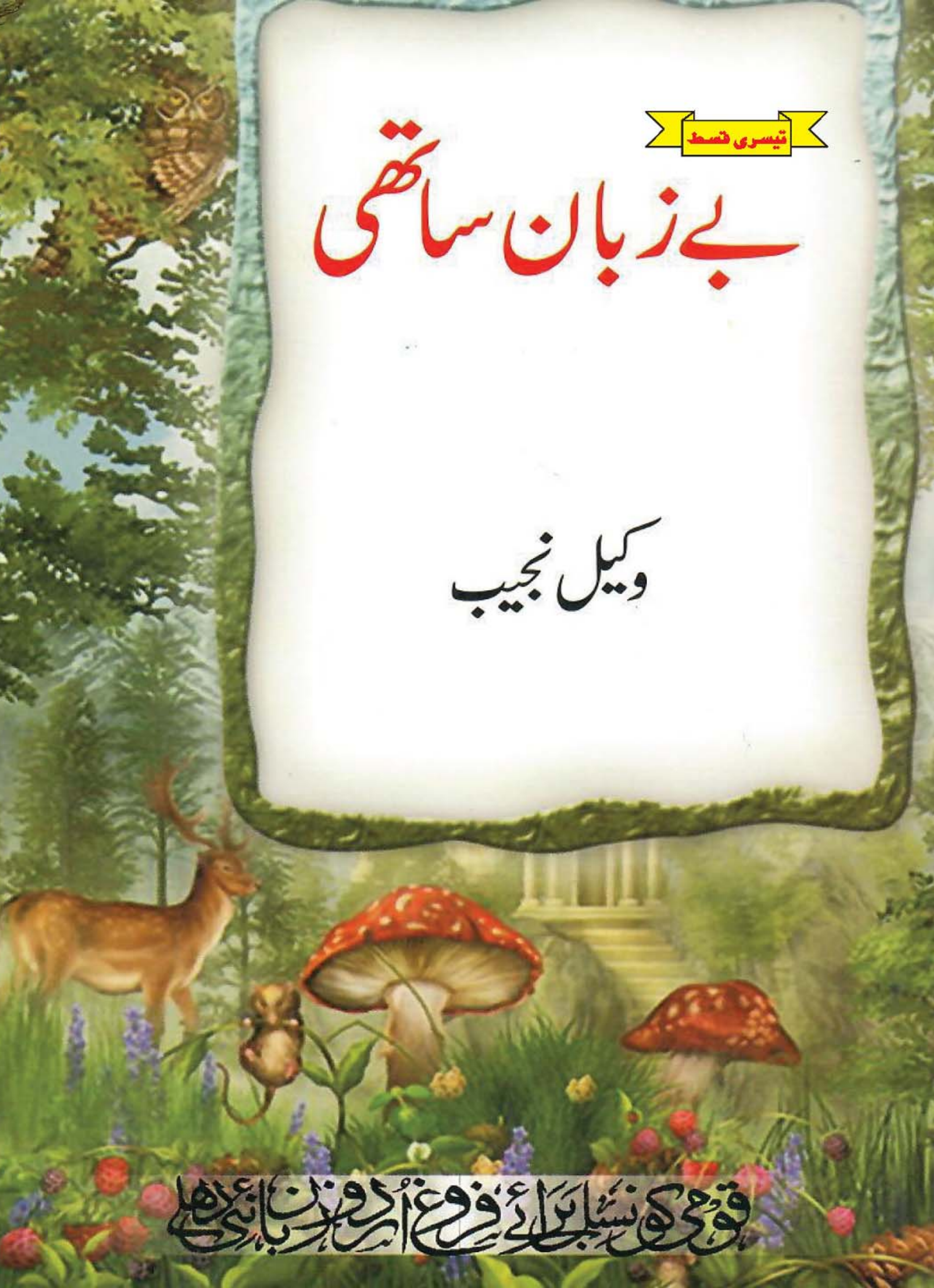

تیسری قسط

# بے زبان ساتھی

وکیل نجیب

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

پیارے دوستو! 'بچوں کی دنیا' میں آپ قسط وار کئی کہانیاں پڑھ چکے ہیں۔ اب ہم نے ایک نیا سلسلہ 'بے زبان ساتھی' شروع کیا ہے۔ بچوں کے مشہور ادیب جناب وکیل نجیب نے ناول لکھا ہے۔ وکیل نجیب کو 2016 میں ساہتیہ اکادمی ایوارڈ سے بھی نوازا گیا ہے۔ انھوں نے بچوں کے لیے درجنوں کتابیں تحریر کی ہیں۔ اس ناول میں ایک عام سے لڑکے جنید کی کہانی بیان کی گئی ہے جو اپنے بے زبان ساتھیوں کی مدد سے بہت اونچے مقام تک پہنچتا ہے۔

ابھی تک آپ نے پڑھا کہ ایک گاؤں میں خدیجہ نام کی ایک غریب عورت رہتی تھی اُس کا ایک بیٹا جنید تھا۔ جنید کے گاؤں پر ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا اور اس کی ماں کو مار دیا۔ جنید نے اس حادثے کے بعد گاؤں چھوڑ دیا اور سفر پر روانہ ہو گیا۔ وہ ایک جنگل میں پہنچتا ہے جہاں اسے ایک بزرگ آدمی ملتا ہے۔ بوڑھے آدمی نے جنید کو کھانا دیا۔ جنید نے اپنے کھانے میں سے تھوڑا سا حصہ وہاں کھڑے ایک کتے کو بھی کھلا دیا۔ جنید پھر جنگل کا رخ کرتا ہے۔ وہ کتا بھی اس کے ساتھ چل پڑتا ہے جس کو جنید نے کھانا کھلایا تھا۔ جنگل میں ایک گھوڑے کو جنگلی جھاڑیوں میں پھنسا ہوا دیکھ کر جنید اور کتے نے اس گھوڑے کی مدد کی۔ گھوڑا بھی اب جنید کا ساتھی بن گیا۔ کچھ دور چلنے پر جنید کو ایک تلوار ملتی ہے۔ یہ تینوں لوگ جنگل کے راستے پر بڑھتے جاتے ہیں۔ آگے ایک ندی پر جنید پانی پینے کے لیے رکا۔ اسی درمیان پیچھے سے ایک خونخوار شیر کے دہاڑنے کی آواز آئی۔ شیر جنید پر حملہ کرنے ہی والا تھا کہ کتے نے شیر پر حملہ کر دیا لیکن بیچارہ کتا بے موت مارا گیا۔ جنید نے تلوار سے شیر کو مار گرایا۔ آگے کے سفر میں جنید کو ایک زخمی باز ملا جس کی مرہم پٹی کرنے کے بعد جنید نے اسے اپنے ساتھ رکھ لیا۔ جنگل سے گزر کر ایک میدانی علاقے میں پہنچنے پر جنید کو ایک بوڑھا بیمار مداری ملتا ہے۔ جنید نے اس بوڑھے مداری کی مدد کی اور اسے دوا لا کر دی۔ بوڑھے مداری کو جنید اپنے گھر پر ہی روک لیتا ہے۔ جنید اپنے ساتھ گزرے واقعات سناتا ہے جسے سن کر بوڑھا، جنید کو بادشاہ کے دربار میں لے جاتا ہے۔ بادشاہ نے گھوڑا اور تلوار پہچان لی کہ یہ اس کے شہزادے کی ہے۔ بادشاہ اور پورا شہر سوگ میں ڈوب گیا کہ شہزادے کو جنگل میں کسی جنگلی جانور نے مار دیا اور اس کا گھوڑا اور تلوار جنید کو ملے تھے۔ دربار سے واپس آ کر جنید بوڑھے مداری اور اس کے بندر کے ساتھ رہنے لگا اور کھیل تماشے دکھانے لگا۔ دو مہینوں کے بعد بوڑھے مداری کی موت ہو جاتی ہے۔ اب جنید ہی بوڑھے مداری کا وارث تھا اور وہ اکیلا بندر اور باز کے ساتھ تماشے دکھاتا اور جو بھی ملتا اس میں گزر بسر کرتا۔ اب آگے...

**ایک دن** وہ شہر میں تماشہ دکھا رہا تھا تبھی بادشاہ کی طرف سے اعلان کرنے والے چند لوگ آئے اور اعلان کرنے لگے کہ ملکہ کی طبیعت شہزادے کی موت کی خبر سن کر بہت خراب ہو گئی ہے۔ حکیموں نے علاج کیا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ لہٰذا اعلان کیا جاتا ہے کہ جو کوئی زہریلی پہاڑی سے کندن بوٹی لائے گا، اسے بادشاہ انعام و اکرام سے مالا مال کر دے گا۔ جنید نے یہ اعلان سنا تو اس کے دل میں ملکہ کے لیے ہمدردی کا جذبہ ابھر آیا اور وہ سوچنے لگا کہ یہ زہریلی پہاڑی کہاں ہے اور کندن بوٹی کیسی ہوتی ہے۔ اُسے حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے؟

شام کو وہ کھیل تماشہ دکھا کر گھر واپس آیا، روٹی پکائی، خود

کھائی، باز اور بندر کو کھلائی۔ اس کے جھونپڑے کے بازو میں ایک بوڑھے آدمی رہا کرتے تھے۔ دینو کاکا ان کا نام تھا۔ ان کی عمر اسّی سال کے لگ بھگ تھی اور انھوں نے ملک کے تمام حصوں کا دورہ کیا تھا۔ جوانی کے دنوں میں وہ فوج میں ایک بہادر سپاہی تھے۔ اب آرام کی زندگی گزار رہے تھے۔ جنید کبھی کبھی ان کے پاس جاتا تھا اور وہ اسے اپنی زندگی کے قصے سناتے رہتے تھے۔ آج بادشاہ کی طرف سے اعلان سن کر جنید نے سوچا کہ ملکہ کی جان بچانے کے لیے اگر کندن بوٹی حاصل کرے تو یہ ایک بہت بڑا کام ہوگا کیونکہ اسی نے شہزادے کی خبر سنائی تھی جس کے سبب ملکہ کی یہ حالت ہوئی تھی۔

یہ سوچ کر وہ دینو کاکا کے گھر گیا۔ دینو کاکا حقہ پی رہے تھے۔ جنید نے انھیں سلام کیا اور پھر اپنے آنے کا مقصد بتایا۔

دینو کاکا نے اس کو بتایا کہ زہریلی پہاڑی طوفانی ندی کے اُس پار ہے اور طوفانی ندی کی رفتار اتنی تیز ہے کہ کوئی اسے نہ تو تیر کر پار سکتا ہے اور نہ اسے کشتی کی مدد سے پار کیا جاسکتا ہے۔ پہاڑی کے اوپر طرح طرح کے زہریلے جانور رہتے ہیں۔ سانپ، بچھو، مگرمچھ، اژدہے وغیرہ۔ اگر کوئی ان تک پہنچ بھی گیا تو وہ بچ کر زندہ واپس نہیں آسکتا۔ پہاڑی کی وادیوں میں چھوٹی چھوٹی پیلے رنگ کی جھاڑیاں ہوتی ہیں جن میں سنہرے رنگ کے چھوٹے چھوٹے پھول ہوتے ہیں۔ انھی پھولوں کو کندن بوٹی کہتے ہیں۔ یہ پھول ایک دن کے لیے کھلتے ہیں اور دوسرے دن مرجھا کر پودے سے گر پڑتے ہیں۔ ان پھولوں کو اگر پانی کے اندر رکھا جائے تو کچھ دنوں تک وہ اچھی حالت میں رہتے ہیں۔ اس بوٹی کی مدد سے کیسی بھی بے ہوشی اور سکتہ کی حالت ہو تھوڑی دیر میں دور ہوجاتی ہے۔ لیکن انھیں حاصل کرنا اپنی زندگی کو داؤں پر لگانے کے برابر ہے۔

ملکہ کی بیماری کے لیے کندن بوٹی حاصل کرنے کی کئی دلیر اور بہادر لوگوں نے کوشش کی مگر کسی کو کامیابی نہیں ملی۔

جنید نے پوچھا۔ کاکا یہ پہاڑی ہے کس طرف؟

دینو کاکا نے جواب دیا ”بیٹا یہ پہاڑیاں اپنے ملک کے دکّن میں ہیں، یہاں سے ایک دن اور ایک رات کا راستہ طے کرنے کے بعد ایک پہاڑی ملتی ہے جو لال پتھروں کی ہے۔ اسی لیے اسے لال پہاڑی کہتے ہیں۔ اِس کے پورب میں ایک کھائی ہے اور وہاں سے اتر کر شمال کی طرف جانے کے بعد میدان ملتا ہے۔ میدان میں بہت سے مضبوط اور اونچے اونچے درخت ہیں، اس کے بعد ندی ملتی ہے، ندی کا پاٹ بہت چوڑا ہے اور پانی کی دھار اتنی تیز ہے کہ اچھے سے اچھا تیراک بھی اسے پار نہیں کرسکتا۔

جنید نے پوچھا کہ ندی کے دوسرے کنارے پر پہاڑی کا فاصلہ کتنا ہے؟

دینو کاکا نے کہا بالکل پہاڑی سے لگ کر طوفانی ندی بہتی ہے۔ پہاڑیاں جگہ جگہ سے کٹی ہوئی ہیں اور بڑی بڑی چٹانوں کے ٹکڑے سے نکلے ہوئے ہیں۔ ان سے کوئی آدمی آسانی سے اوپر نہیں چڑھ سکتا۔“

”اچھا اب میں چلتا ہوں۔ دینو کاکا آپ کا بہت بہت شکریہ جو آپ نے مجھے اتنی اچھی معلومات بہم پہنچائیں۔“

”ٹھیک ہے بیٹا دینو کاکا نے کہا، لیکن تم یہ سب کیوں پوچھ رہے ہو؟“

”ملکہ کی طبیعت خراب ہے۔ ان کے لیے کندن بوٹی کی

ضرورت ہے۔اسی لیے میں پوچھ رہا تھا۔''
''کیاتم وہاں جانا چاہتے ہو؟..... کا کا نے پوچھا''
''ہاں سوچ تو رہا ہوں۔جنید نے کہا۔میرے خبر سنانے کی وجہ سے ملکہ بے ہوش ہوئی ہیں، اس لیے میں جان پر کھیل کر بھی اس بوٹی کو حاصل کروں گا۔'' بہت مشکل کام ہے بیٹے بلکہ ناممکن ہے۔کا کا نے کہا۔
''کچھ بھی ہو کا کا، میں تو وہاں جاؤں گا اور کندن بوٹی حاصل کرنے کی کوشش کروں گا۔''
اتنا کہہ کر جنید وہاں سے اٹھ کر چلا آیا اور چارپائی پر لیٹ گیا اور سوچنے لگا کہ کس طرح طوفانی ندی کو پار کر کے زہریلی پہاڑیوں تک پہنچا جاسکتا ہے اور کندن کی بوٹی حاصل کی جاسکتی ہے۔ وہ بہت دیر تک جاگتا رہا اور سوچتا رہا کہ کیا ترکیب ہوسکتی ہے زہریلی پہاڑی تک پہنچنے کی، بہت سوچا، دماغ پر زور دیا لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔
رات میں اس نے خواب دیکھا کہ وہ ہوا میں اڑتا ہوا جا رہا ہے اور طوفانی ندی کو پار کر کے زہریلی پہاڑی پر پہنچ گیا ہے۔ بڑی مشکل سے ڈھونڈ کر اس نے کندن بوٹی حاصل کی اور پانی کے ایک لوٹے میں بند کر کے اسے اسی طرح اڑتا ہوا واپس لے کر آرہا تھا کہ اچانک اس کے اڑنے کی طاقت ختم ہوگئی اور تیزی سے نیچے گرا اور طوفانی ندی میں ڈوب گیا۔اس کے منہ سے ایک چیخ نکلی اور اس کی آنکھ کھل گئی۔
اس نے اٹھ کر کچھ دعائیں پڑھیں، پانی پیا اور سوگیا۔

صبح اٹھا تو سوچتا رہا کہ اگر اس کا باز سمجھدار ہوتا تو یہ اڑ کر پہاڑی پر جاسکتا تھا اور کندن بوٹی لاسکتا تھا لیکن یہ کام اس کے بس کا نہیں۔

صبح کو باز اور بندر لے کر نکلا، چلتے چلتے وہ ایک لوہار کی دکان میں پہنچا اس نے دیکھا کہ لوہار لوہے کا باریک تار بنا رہا ہے اور ان سے زرہ بکتر تیار کر رہا ہے۔ وہ اپنا کھیل تماشہ بھول کر اس کے کام کو غور سے دیکھنے لگا۔ اچانک اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ اس نے سوچا کہ اگر لوہے کا ایک باریک تار تیار کیا جائے اور اسے پہاڑی سے ندی کے اوپر تک باندھ دیا جائے تو تار پر سے پھسل کر اس پہاڑی تک جاسکتے ہیں اور واپس آسکتے ہیں کیونکہ بوڑھے بابا نے اسے تار چلنے اور پھسلنے کا کرتب اچھی طرح سکھا دیا تھا۔ یہی سب سوچتا ہوا وہ لوہار کے پاس گیا اور اسے سلام کر کے اس کے پاس بیٹھ گیا اور اس سے کہا:

”چچا جی، آپ میرا ایک کام کر دیں گے؟“

”ہاں ہاں کہو کیا کام ہے؟“ لوہار نے کہا۔

”چچا جی مجھے ایک باریک اور مضبوط تار چاہیے۔ اتنا مضبوط کہ میں اگر اس پر لٹک بھی جاؤں تو نہ ٹوٹے اور وزن بھی زیادہ نہ ہو۔ لوہار نے کچھ دیر سوچا اور کہا، ہاں ایسا تار تیار کرنا کچھ مشکل نہیں ہے کتنا لمبا تار چاہتے ہو؟

”جنید نے کہا، مجھے تقریباً 200 گز لمبا تار چاہیے۔ باریک، مضبوط اور ہلکا۔“

”لوہار نے کہا ٹھیک ہے میں تمھیں ایسا تار تیار کر کے دے سکتا ہوں لیکن پیسے اس کے زیادہ ہوں گے۔ خالص لوہے سے بنا ہوگا۔

چچا جی آپ پیسے جتنے بھی لیں گے میں دوں گا لیکن مجھے یہ تار چاہیے کل اگر مل جائے تو اور اچھا ہے۔ مجھے بہت ضروری کام ہے۔ ایک بہت ہی قیمتی زندگی کا سوال ہے۔

”ٹھیک ہے تیار کر دوں گا لیکن دو سو روپے ہوں گے لوہار نے کہا۔“

”ضرور میں تمھیں دو سو روپے دوں گا، اس کے علاوہ میرے ناپ کی زرہ بکتر بھی بنا دو اور پنڈلی تک لوہے کے جوتے بھی۔“

”لوہار نے کہا: اس کے سو روپے الگ ہوں گے۔“

”ٹھیک ہے آپ مجھے کسی طرح کل صبح یہ چیزیں تیار کر دیں میں آپ کو پیسے شام کے وقت لا کر دے دوں گا۔ یہ اس وقت میرے پاس پچیس روپے ہیں۔ یہ رکھ لیجیے۔

اس نے پچیس روپے لوہار کو دیے اور وہاں سے سیدھا

راج محل میں گیا اور دربان سے خبر بھجوائی کہ وہ زہریلی پہاڑی سے کندن بوٹی حاصل کرنے جارہا ہے۔

یہ خبر راجہ کو جب ملی تو اس نے محل کے اندر اسے بلا لیا۔ جب سپاہی کے ساتھ جنید راجہ کے محل میں پہنچا تو اس نے جنید کو فوراً پہچان لیا۔ اور کہا بیٹے تمھیں دیکھ کر مجھے اپنے بیٹے کی یاد آگئی۔ تم نے ہی اس کی نشانیاں لاکر دی تھیں اور میں نے اعلان کے مطابق تمھیں انعام بھی نہیں دیا۔ میں بہت شرمندہ ہوں اور معافی چاہتا ہوں۔ بیٹے کی موت اور ملکہ کی بیماری کی پریشانی میں مجھے یاد نہیں رہا۔ مجھے معاف کردو بیٹے، مجھے معاف کردو۔

اتنا کہہ کر راجہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

جنید نے کہا: حضور میں نے کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا تھا۔ اتفاق سے وہ چیزیں مجھے مل گئیں اور ان کو میں نے آپ تک پہنچا دیا۔ اگر میں وہ خبر نہیں دیتا تو شاید اتنا بڑا حادثہ بھی نہ ہوتا۔ ملکہ صاحبہ کی بیماری کا میں خود کو ذمہ دار سمجھ رہا ہوں اور چاہتا ہوں کہ کندن بوٹی لاکر اس کی تلافی کرسکوں۔ اب یہی میری زندگی کا مقصد ہے۔

جنید کے منہ سے یہ باتیں سن کر بادشاہ کو تعجب ہوا اور اس نے سمجھاتے ہوئے کہا:

بیٹے زہریلی پہاڑی تک پہنچنا اور کندن بوٹی حاصل کرنا

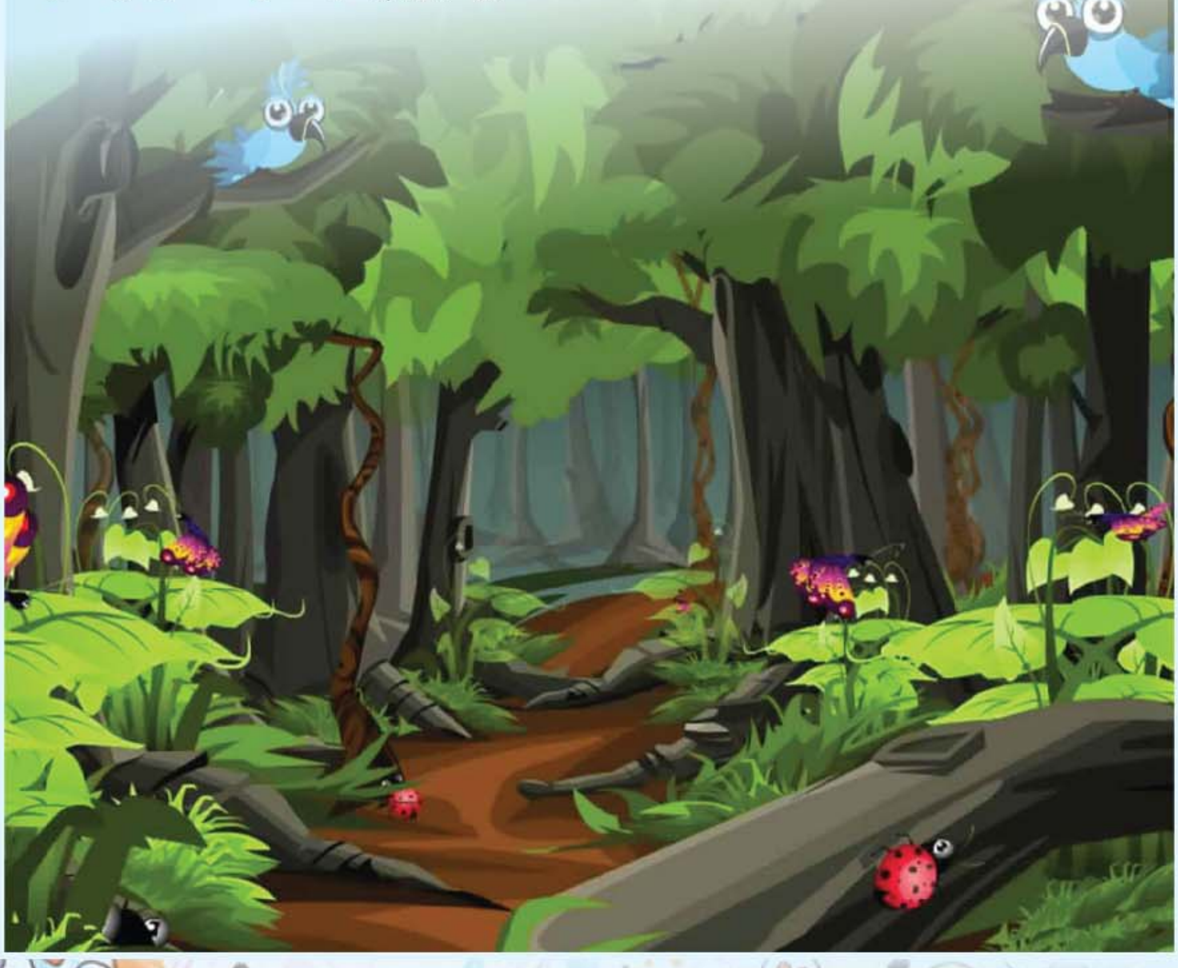

بہت مشکل کام ہے۔ میری سلطنت کے کتنے ہی بہادر اس کام کو کرنے کی کوشش میں اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔ تم ابھی بچے ہو، نادان ہو، تم اپنی جان کو خطرے میں مت ڈالو اور اس ارادے سے باز آجاؤ۔ ابھی تمھاری عمر ایسی نہیں ہے کہ اتنے خطرناک کام کر سکو۔

یہ باتیں سن کر جنید نے ذرا جوش بھری آواز میں کہا:

''حضور! میں نے ایک ایسی ترکیب سوچی ہے کہ جس پر عمل کر کے میں کندن بوٹی حاصل کر سکتا ہوں'' یہ کہہ کر اس نے باز اور بندر کی طرف اشارہ کیا۔

بادشاہ نے کہا کہ یہ چھوٹے جانور اس کام میں تمھاری کچھ مدد نہیں کر سکتے۔ میں پھر تم سے کہتا ہوں کہ اپنے ارادے کو چھوڑ دو اور میں نے جس انعام کا اعلان کیا، تھا اسے لے لو اور اپنی زندگی آرام سے گزارو۔

جنید نے فوراً کہا: مجھے آپ کی باتوں سے بڑی خوشی ہوئی لیکن رانی صاحبہ کی بیماری کا ذمہ دار خود کو سمجھتا ہوں۔ اگر آپ مجھے کوشش کرنے کی اجازت دیں تو خدا کے فضل و کرم سے مجھے امید ہے کہ اس کام میں ضرور کامیابی ہوگی۔

اس کے اس اصرار پر راجہ نے کہا، ٹھیک ہے اگر تم کو ایسا ہی اصرار ہے تو بتاؤ تو میں تمھاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟

''جنید نے کہا مجھے کچھ نہیں چاہیے بس چار سو روپے نقد مجھے دے دیجیے۔

''چار سو روپے؟'' بادشاہ نے تعجب سے پوچھا، اتنے کم پیسوں میں تم اتنا مشکل اور اتنا بڑا کام کرو گے؟''

''جی ہاں حضور مجھے پکا یقین ہے۔''

اچھا ٹھیک ہے ہم تمھیں چار سو کی بجائے پانچ سو روپے دیتے ہیں ۔ اگر تم چار دن کے اندر اندر کندن بوٹی حاصل کر کے ہمارے پاس نہیں پہنچے تو ہم سمجھیں گے کہ تم مر گئے، لیکن اگر تم زندہ رہے اور کندن بوٹی نہ لا سکے تو ہمارے ملک سے دور چلے جانا اور ہمیں اپنی صورت نہ دکھانا کیونکہ تمھاری صورت دیکھ کر ہمیں اپنے بیٹے کی یاد آجاتی ہے۔

جنید نے کہا حضور مجھے سب کچھ منظور ہے۔

اسی وقت جنید کو پانچ سو روپے دے دیے گئے۔ ان پیسوں کو لے کر وہ سیدھا لوہار کے پاس آیا اور اپنی مرضی کے مطابق مضبوط تار تیار کروانے لگا۔

اپنے سائز کے لوہے کے لمبے جوتے اور زرہ بکتر تیار کروائی اور وہ کانٹوں کا لچھا بھی تیار کروایا۔ اس طرح رات ہوگئی۔ اس نے ساڑھے تین سو روپے لوہار کو دیے اور وہ سب سامان لے کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوا۔ راستے کے لیے اس نے کچھ کھانے کی چیزیں

خرید لیں۔ اس طرح رات ہی کو اس نے پورا انتظام کرلیا اور اطمینان سے سوگیا۔

دوسرے دن صبح چار بجے اٹھا، جلدی جلدی ناشتہ وغیرہ کیا۔ سفر کا تمام ضروری سامان ایک بڑے سے تھیلے میں رکھ کر سیدھا دینو کاکا کے گھر گیا۔ وہ بھی جاگ چکے تھے۔ ان سے کہا کہ کاکا میں زہریلی پہاڑی کی طرف جارہا ہوں، آپ میری غیر حاضری میں میرے جھونپڑے کا خیال رکھیے گا، میں نہ آیا اور بندر یا باز واپس آگئے تو سمجھیے گا کہ میں اس مہم میں کام آگیا، اگر کچھ پیغام وغیرہ ان دونوں جانوروں میں سے کوئی لے کر آئے تو مہربانی کرکے اس پر عمل کرنے کی کوشش کیجیے گا، بس میری یہی آپ سے التجا ہے، امید ہے کہ آپ میری اتنی مدد کریں گے۔

دینو کاکا نے اس کو شاباشی دی اور جھونپڑے کی حفاظت کی ذمے داری لے لی اور اسے خوشی خوشی سفر پر جانے کے لیے کہا کہ ساتھ ہی اسے ایک بار اور راستہ اچھی طرح سمجھا دیا۔

دینو کاکا سے رخصت لے کر جنید گھر واپس آیا۔ اپنا تھیلا پیٹھ پر کس کر باندھ لیا جس میں لوہے کا تار، زرہ بکتر اور کانٹوں کا لچھا تھا۔ اس کے علاوہ کھانے کا سامان بھی ساتھ رکھ لیا۔ اپنے دونوں ساتھیوں بندر اور باز کو ساتھ لیا اور پہاڑی کی طرف روانہ ہوگیا۔

باز تو اس کے ساتھ ساتھ ہوا میں اڑتا جارہا تھا اور بندر چھلانگیں لگاتا چلا جارہا تھا۔ یوں محسوس ہورہا تھا کہ اس مہم کی اہمیت سے یہ بے زبان جانور بھی واقف ہیں اور اس کی کامیابی میں ہاتھ بٹانا چاہتے ہیں۔

باز کو جو کرتب بابا نے سکھائے تھے اس میں ایک کرتب یہ بھی تھا کہ باز اڑتے اڑتے نہایت تیزی سے نیچے غوطہ لگاتا اور بندر کو پنجے دونوں پنجوں میں دبوچ کر اوپر اڑ جاتا اور کچھ چکر لگانے کے بعد پھر بندر کو نیچے لا کر چھوڑ دیتا تھا۔ اس کرتب کو چھوٹے بچے اور بڑے سبھی پسند کرتے تھے۔

اس طرح باز کو بھاری وزن اٹھانے کی کافی مشق ہوچکی تھی۔

جنید تو نہایت تیزی سے قدم اٹھاتے ہوئے چلا جارہا تھا باز اڑتے اڑتے نیچے غوطہ لگاتا اور بندر کو اپنے پنجے میں دبوچ لیتا اور کچھ دور لے جا کر چھوڑ دیتا جب جنید وہاں پہنچتا تو پھر یہ دونوں کلکاری مارتے ہوئے آگے بڑھتے۔ اسی طرح نئے جوش اور خوشی کے ماحول میں وہ آگے کی طرف بڑھتے رہے۔ چلتے چلتے دوپہر ہوگئی۔ جنید نے تھیلے میں سے تھوڑی سی کھانے کی چیز نکالیں، خود کھایا اور اپنے دونوں ساتھیوں کو کھلایا اور پھر سفر پر روانہ ہوگیا۔

جنید کے لیے ایک ایک لمحہ قیمتی تھا۔ وہ کسی بھی طرح آج رات میں طوفانی ندی کے قریب پہنچنا چاہتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ راجہ صاحب نے اسے صرف چار دن کا وقت دیا ہے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ کم از کم دو دن سفر میں لگیں اور تیسرا دن زہریلی پہاڑی سے کندن بوٹی لانے میں لگے۔ اس طرح مقررہ وقت کے اندر وہ اپنے شہر واپس آجانا چاہتا تھا۔ اس پروگرام کو مکمل کرنے کے لیے وہ ہر تکلیف اور مصیبت سے ٹکرانے کے لیے تیار تھا۔ تیزی سے قدم بڑھاتا ہوا وہ چلتا ہی رہا۔ شام کے وقت وہ پہاڑی پر پہنچ گیا جہاں اسے مشرق کی سمت اتر کر پھر شمال کی طرف جانا تھا۔ پہاڑی پر چڑھنے کے بعد اس نے تیزی سے مشرق کی سمت دوڑنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر میں وہ نیچے تھا۔ سورج غروب ہو چکا تھا۔ اندھیرا پھیلتا جا رہا تھا۔ جنید نے طے کرلیا تھا کہ طوفانی ندی کے قریب پہنچ کر ہی وہ رُکے گا پہاڑی کے نیچے اُتر کر اس نے شمال کی طرف بھاگنا شروع کیا۔ بندر اور باز اس سفر میں اس کے ساتھی تھے۔ تھکن کا نام و نشان ان کے چہروں سے ظاہر نہیں ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں اندھیرا ہوگیا لیکن چودھویں رات کا چاند نکل آیا اور چاروں طرف دودھیا روشنی پھیل گئی اور اس ویرانے میں جنید اور اس کے دو بے زبان ساتھی ہر چیز سے بے پرواہ آگے ہی آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ اپنی منزل کو پانے کی کوشش میں، تقریباً تین گھنٹے چلنے کے بعد جنید کو ایک دودھ کی نہر سی بہتی ہوئی دکھائی دی۔ جو پہاڑیوں کے کنارے کنارے بہتی چلی جا رہی تھی۔ وہی طوفانی ندی تھی۔ جنید نے ندی کو دیکھا تو اس میں ایک نئی قوت پیدا ہوگئی۔ وہ اور بھی تیزی سے قدم اٹھانے لگا۔ آخر ایک گھنٹہ بعد وہ اس میدان میں پہنچ گیا جہاں اونچے اونچے درخت تھے اور اس کے آخری سرے پر طوفانی ندی شور مچاتی بہہ رہی تھی۔ جب جنید ندی کے قریب پہنچا تو رات کے تقریباً 12 بج چکے تھے، وہ تھک کر ندی کے کنارے بیٹھ گیا اور تھیلا وغیرہ ایک طرف رکھ کر نرم نرم گھاس پر بے سدھ ہو کر گر گیا۔ بندر اور باز وہیں درخت پر بیٹھ گئے اور اپنے مالک کی نگرانی کرنے لگے۔

(جاری...)

■

**ماخذ:** بے زبان ساتھی، **مصنف:** وکیل نجیب، **سنہ اشاعت:** چوتھی طباعت 2014، **ناشر:** قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

# یوکلڈ

★ یوکلڈ قدیم یونان کے ایک ریاضی داں تھے۔ انھیں جیومیٹری (Goemetry) کا بابا آدم کہا جاتا ہے۔ ان کی Elements نامی کتاب ریاضی کی تواریخ میں سب سے کامیاب کتاب سمجھی جاتی ہے۔ آیئے ان کے بارے میں بھی جانتے ہیں۔

★ یوکلڈ حساب ہی نہیں، بلکہ آرٹ، موسیقی اور علم شعاع (Light) کے بھی عالم تھے۔ یوکلڈ کی پیدائشی یونان کے ایک معمولی خاندان میں ہوئی تھی، لیکن ان کا میدانِ عمل سکندریہ رہا۔

★ یوکلڈ کی دلچسپی جیومیٹری میں بچپن سے ہی تھی۔ جب وہ بہت چھوٹے تھے، تبھی سے نقطوں اور لکیروں کے درمیان الجھے رہتے تھے۔ بڑے ہوکر انہیں جیومیٹری سے متعلق جو بھی چیزیں ملیں ان سب کو جمع کر کے اصولوں میں باندھا۔

★ یوکلڈ کی سب سے بڑی تصنیف Elements ہے جو تیرہ (13) جلدوں میں ہے۔ اس سے پہلے بھی بہت سے ریاضی دانوں نے جیومیٹری پر کتابیں لکھی تھیں، لیکن ان سب کے بعد جو کتاب یوکلڈ نے لکھی، اس کی برابری آج تک کوئی نہیں کر سکا ہے۔ اس تصنیف کا سیریائی (شامی) زبان میں ترجمہ ہوا، پھر عربی میں اور عربی سے انگریزی میں۔

★ یوکلڈ تعلیم ختم کر کے یونان کو چھوڑ کر سکندریہ چلے گئے تھے، کیونکہ ان دنوں یونان میں سیاسی اتھل پتھل بہت تیز تھی۔ سکندریہ کے اس وقت کے بادشاہ ٹالمی نے یوکلڈ کو کافی عزت بخشی۔ سکندریہ میں یوکلڈ نے اپنی عظیم کتاب تصنیف کی۔ جیومیٹری کو نئی شکل وصورت دینے والے یوکلڈ کا ریاضی دانوں اور سائنس دانوں میں بہت اونچا مقام ہے۔

★ یوکلڈ 300 قبل مسیح اس دنیا کو چھوڑ کر چلے گئے۔

■

**Intekhab Bin Tanweer**
59, Chuna Shah Colony,
P.O.:Maango Jamshedpur-831012
(Jharkhand)

رفیق ابراہیم پرکار

# عام معلومات

1۔ روشنی کی رفتار کتنی ہوتی ہے؟
(3 لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ)

2۔ اقوام متحدہ کے اراکین ممالک کی تعداد کتنی ہے؟
(193)

3۔ ریاست ناگالینڈ کی راجدھانی کا نام کیا ہے؟
(کوہیما)

4۔ بھارت کے دوسرے وزیر اعظم کون تھے؟
(جناب لال بہادر شاستری)

5۔ انسانی خون کا کون سا گروپ 'آفاقی داتا' Universal Donor گروپ کہلاتا ہے؟
(گروپ O)

6۔ MBBS کا فل فارم کیا ہے؟
(بیچلر آف میڈیسین اینڈ بیچلر آف سرجری)
Bachelor of Medicine and Bachelor of Surgery

7۔ کوہ ایوریسٹ پر چڑھائی کرنے والے پہلے کوہ پیما کون تھے؟
(سر ایڈمن ہیلری)

8۔ کرکٹ کا پہلا عالمی کپ کس سال منعقد کیا گیا؟
(1975)

■

**Rafique Ibraheem Parkar**
Vill & Post: Karji, Amshiat Mohalla
Taulluqa Khed
Ratnagiri - 415727 (Maharashtra)

ایمن الطاف حسین عطار

# اقوالِ زریں

* زندگی کو رمضان جیسا بنا لو تو موت عید جیسی ہوگی۔
* جو آپ سے دل سے بات کرتا ہے اسے کبھی دماغ سے جواب مت دینا۔
* ہر کسی کے لیے دعا کیا کرو کیا پتہ کسی کی قسمت تمھاری دعا کا انتظار کر رہی ہو۔
* میٹھے لوگوں سے مل کر میں نے جانا، کڑوے لوگ اکثر سچے ہوتے ہیں۔
* ایسی خوشی سے بچو جو دوسروں کو دکھ دینے سے حاصل ہوتی ہے۔
* کسی کو نصیحت کرو لیکن اس طرح کہ وہ تمھاری بات مان لے نہ کہ وہ تمھارا دشمن ہو جائے۔
* ہمیشہ اچھے کی امید کرو۔

■

**Aiman Altaf Husain Attar**
Class: 6th
GUHP School No 2
Bailhungal (Karnataka)

شبیر احمد میر

# استاد کے حقوق

تحصیل علم میں استاد کو مرکزی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے طالب علم کو چاہیے کہ استاد کے حقوق کی پاسداری کرے۔ اگر وہ استاد کے حقوق کی پاسداری کرے گا تو علم کی برکات سے مستفید ہوگا۔

جس طرح عالم کا جاہل پر حق ہے اسی طرح استاد کا شاگرد پر حق ہے۔ استاد سے پہلے کلام نہ کرے اور نہ ہی اس کی جگہ پر بیٹھے۔ اس کی بات کو نہ ٹوکے اور نہ رد کرے۔ شاگرد پر لازم ہے کہ وہ نہ استاد کے آگے چلے اور نہ اس سے پہلے بولے۔ بہرحال ہر معاملے میں اس سے سبقت نہ کرے۔ اس کی نقلیں نہ اتارے ورنہ علم کی روح سے محروم رہے گا۔

حضرت علیؓ نے فرمایا جس نے مجھے ایک حرف پڑھایا پس میں اس کا غلام ہوں اگر چاہے تو بیچ دے اور اگر چاہے تو آزاد کردے۔ اور فرماتے ہیں استاد کا حق یہ ہے۔

استاد سے کثرت سے سوال مت کرو۔

استاد کو کسی سوال کے جواب میں طعنہ مت دو۔

استاد کے بھید ظاہر مت کرو۔

استاد کی کسی کے پاس غیبت مت کرو۔

استاد کی عزت وتوقیر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے اوپر لازم سمجھو۔ اگر کسی نے یہ حق ادا کیا تو اس نے استاد کا حق پورا کیا پھر اس کے بعد وہ طالب علم وہ کچھ پائے گا جس کا تصور شاید اس نے خود بھی نہ کیا ہو۔

■

**Shabbir Ahmad Mir**
Repora, LAR, GBL
Kashmir - 191131 (J&K)

حافظ عبدالستار راشدی

# The DNA
## ڈی این اے

بچو! ڈی این اے کیا ہوتا ہے؟ یہ کیمیائی مادہ ہوتا ہے جو ہر خلیہ (Cell) میں موجود ہوتا ہے۔ یہ بہت ہی Stable ہوتا ہے جس میں تبدیلی نہیں ہوتی۔ تمام انسانوں میں 99.99% ڈی این اے یکساں ہوتا ہے۔ 0.1% ڈی این اے غیر یکساں ہوتا ہے جو انسان کی شناخت کے لیے استعمال ہوتا ہے، اسے ہم VNTRS کہتے ہیں۔

بچو! 1953 میں جیمس ویٹسون (James Watson) اور فرانسیس کریک (Francis Crick) نے ہمیں ڈی این اے کی شکل سے متعارف کروایا۔ ان کے مطابق ڈی این اے دو Strand پر مبنی ہوتا ہے اور (Caild) لچھ دار ہوتا ہے۔ اصل میں ڈی این اے (Nucleotides) سے جڑ کا بنا ہوتا ہے۔ ڈی ایض کا Dimeter,2nm ہوتا ہے اور اس کی جمائی (Lenm) 2.2m ہوتی ہے اور وہ Nucleus میں موجود ہوتا ہے جب کہ Nucleus سائز 15.6m ہوتا ہے جو کہ بہت ہی کم ہے اور ڈی این اے بہت ہی بڑا ہے پھر DNA Nucleus میں کس طرح موجود رہتا ہوگا؟ ہاں بچو ڈی این اے Coild اور Super Soild ہو جاتا ہے اور اپنی سائز کم کر کے چھوٹے سے Nucleus میں بہ آسانی ہو جاتا ہے۔ DNA والدین سے بچوں میں منتقل ہوتا رہتا ہے۔ ڈی این اے فنگر پرنٹنگ کی مدد سے آج بہت سے Crime حل کیے جا رہے ہیں جیسے والدین کا Disputnutter اور Insurunce وغیرہ چیزوں میں بھی اس کا استعمال بے حد مفید ثابت ہو رہا ہے۔ ڈی این اے (Genetic Material) ہوتا ہے۔ تمام انسانوں میں سائنسی نقطہ نظر سے ڈی این اے بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔

■

**Hafiz Abdul Sattar**
Indera Nagar, Near Qamar Masjid
Gali No: 19-B,Aurangabad - 431001 (MS)

# آپ کا دماغ کتنا تیز ہے؟

دوستو! یہ دونوں تصویریں دیکھنے میں تو ایک جیسی لگتی ہیں لیکن تصویروں کی نقل بنانے والے سے ایک دو نہیں بلکہ دس غلطیاں ہوگئی ہیں۔ کیا آپ ان غلطیوں کو تلاش کر سکتے ہیں؟ 10 منٹ میں اگر آپ نے تمام غلطیاں تلاش کرلیں تو سمجھیے کہ واقعی آپ کا دماغ بہت تیز ہے۔

■ جوابات اگلے شمارے میں تلاش کریں

# ہنسی کے غبارے

ایک انسپکٹر اسکول کے معائنے کے لیے تشریف لائے۔ ساتویں جماعت میں داخل ہوکر انھوں نے بلیک بورڈ پر فقرہ لکھا، ”ہم دودھ پیتا ہے۔“ اور ایک لڑکے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا، ”اس جملے میں کیا غلطی ہے؟“

لڑکے نے پراعتماد لہجے میں جواب دیا: ”جناب! آپ کی لکھائی بہت خراب ہے۔“

بیٹا (باپ سے): ”ابو آپ تو مجھ سے بالکل بھی محبت نہیں کرتے۔ جبکہ پڑوس والے انکل اپنے بیٹے کو چاند اور تارا کہہ کر پکارتے ہیں۔“

باپ نے جواب دیا: ”بیٹے! بات یہ ہے کہ وہ ماہر فلکیات ہیں اور میں جانوروں کا ڈاکٹر ہوں۔“

ماں نے بیٹے کو لیٹے دیکھ کر کہا: ”تمہارے امتحان شروع ہونے والے ہیں اور تم ہو کہ رات دن سوتے ہی رہتے ہو۔“

بیٹے نے جواب دیا: ”امی! ماسٹر صاحب نے کہا تھا کہ تم اس وقت ہی پاس ہو سکتے ہو جب دن رات ایک کردو۔“

ڈاکٹر کی چھ سالہ بچی نے اپنے باپ سے کہا: ابو آپ دوسروں سے تو دوائیوں کے پیسے لیتے ہیں لیکن ہم سے کیوں نہیں لیتے۔

بیٹا اپنی اولاد سے کون پیسے لیتا ہے۔

کسی چیز کے بھی نہیں؟ بچی نے پوچھا۔

نہیں۔

ڈاکٹر نے جواب دیا۔

تو پھر ابو آپ کھلونوں کی دکان کیوں نہیں کھول لیتے۔

ایک کنجوس سیٹھ نے اپنے نوکر سے کہا کہ تو بہت گندہ ہے تیرے جسم سے بو آتی ہے لیکن تو نہاتا نہیں ہے کیوں؟

مجھے ڈاکٹر نے کہا تھا پیٹ بھر کے کھانا کھانے کے تین گھنٹے بعد نہایا کرو۔ میں نے آج تک آپ کے گھر پیٹ بھر کے کھانا نہیں کھایا۔

ایک صاحب کسی دعوت میں بے تحاشہ کھاتے جارہے تھے۔ ان کے برابر بیٹھے ہوئے آدمی سے ضبط نہ ہوسکا۔ اس نے کہا۔

جناب کھانے کے درمیان میں پانی بھی پی لیا کرتے ہیں۔

اس آدمی نے جواب دیا۔

ٹھیک ہے جب درمیان آئے گا تو پانی بھی پی لوں گا۔

شاہ فہد بن محمد بشیر

# پیسہ روتا ہے

**کسی** زمانے میں شہر آسنسول میں ایک لڑکا رہتا تھا جس کا نام کاشف تھا۔ وہ تھا بڑا رحم دل۔ ایک دن اس کی ماں نے اسے ایک پیسہ دیا۔ کاشف پیسہ پاکر پھولا نہ سمایا۔ اس نے سوچا کہ اب میں اس پیسے سے کھلونا خریدوں گا۔ وہ یہ ارادہ کر کے گھر سے نکلا اور کھلونے کی دکان پر پہنچ کر اس نے اپنی مٹھی کھولی تو اس نے دیکھا کہ "پیسہ پسینے میں بھیگا ہوا ہے اس نے یہ سوچ کر پیسہ جیب میں رکھ لیا کہ پیسہ رو رہا ہے۔ پھر کچھ دیر بعد وہاں ایک غبارے والا آیا۔ وہ خوش ہوگیا کہ اب میں غبارہ لوں گا لیکن اس نے جیسے ہی اپنی مٹھی کھولی تو اس نے دیکھا پھر پیسہ رو رہا ہے۔ اس نے پھر غبارہ نہیں خریدا۔ کچھ دیر بعد اس کی نظر ایک گول گپے بیچنے والے پر پڑی۔ اس نے پھر اپنی مٹھی کھولی تو دیکھا کہ پیسہ اب تک رو رہا ہے۔ اب اس کی آنکھیں بھی بھر آئیں۔ اس نے روتے ہوئے کہا "اے پیسہ مت رو میں تجھے خرچ نہیں کروں گا تو مت رو" وہ واپس گھر لوٹ آیا تو اس کی ماں نے اس سے پوچھا کہ تم نے کچھ خریدا۔ کاشف نے کہا "نہیں ماں میں نے کچھ نہیں خریدا۔ جب بھی کچھ خریدنا چاہتا تب پیسہ رونے لگتا۔ اس لیے میں نے کچھ نہیں خریدا۔ ماں نے کاشف کو بڑے پیار سے گود میں بٹھایا اور کہا "پیسہ نہیں رو رہا تھا یہ تمھاری بند مٹھی کا پسینہ تھا جسے تم نے آنسو سمجھ لیا۔ تمھارا جو جی چاہے خرید لو۔ کاشف خوش ہوگیا۔ وہ کہنے لگا کہ اب میں کھلونا لوں گا، غبارہ خریدوں گا، گول گپے کھاؤں گا۔ ■

**Shah Fahad Bin Mohd Basheer**
Class: Ula Mutawasseta
Jamia Islamia Sanabil, Thokar No:9
Jamia Nagar, Okhla ،N.D - 110025

مائز خواجہ شمس الدین

# رحم دل شکاری

**ایک** شکاری جنگل میں گیا۔ جنگل میں اس نے ایک ہرنی اور اس کا بچہ دیکھا۔ ہرنی شکاری سے ڈر کر بھاگ گئی۔ بچہ بھاگ نہ سکا۔ شکاری نے بچے کو پکڑ لیا۔ گھوڑے پر بیٹھ کر چلتا بنا۔ بچے کی ماں دوڑتی ہوئی آئی، گھوڑے کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ بچہ ہرنی کو دیکھ کر مچلنے لگا۔ شکاری کو اس پر رحم آیا۔ اس نے ہرنی کے بچے کو چھوڑ دیا۔

بچہ دوڑ کر ماں سے لپٹ گیا۔ ہرنی نے شکاری کو دعا دی۔ اللہ کو شکاری کی رحم دلی پسند آئی۔ اس نے شکاری کو ملک غزنی کا بادشاہ بنا دیا۔ آگے چل کر یہی شکاری سلطان سبکتگین کے نام سے مشہور ہوا۔ ■

**Mohd Maiz**
Class: VI, Sarkari Urdu Highier Primary
Madarsa, No: 2, Bailhongal (Karnataka)

نقیدہ ذاکر حسین مکاندار

# علم کی طاقت

کولمبس نے امریکہ دریافت کیا تھا۔ وہ ایک جہاز راں کا بیٹا تھا۔ ایسے لوگوں کو ستاروں کی چال بخوبی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اسی علم پر جہاز رانی موقوف ہے۔

ایک دن کولمبس کو خیال آیا کہ سمندر کا دوسرا کنارہ بھی دیکھنا چاہیے۔ کیا عجب کہ اُدھر بھی کوئی ملک آباد ہو۔ چنانچہ شاہی دربار کی امداد سے وہ جہاز لے کر بحری سفر پر روانہ ہوا اور ستاروں کی رہنمائی سے امریکہ تک جا پہنچا۔

آج تو امریکہ علم اور دولت کی کان بنا ہوا ہے، مگر اس وقت وہاں جتنے بھی لوگ رہتے تھے، بالکل وحشی اور طرح طرح کے وہموں میں پھنسے ہوئے تھے۔ کولمبس نے ان پر حکومت جمانی چاہی تو انھوں نے مقابلہ کیا۔ کولمبس کے ساتھی تعداد میں کم تھے اور لڑائی میں پورے نہ اتر سکتے تھے۔

آخر سوچتے سوچتے اسے یاد آگیا کہ کل سورج گرہن ہوگا۔ اس خیال سے اس نے وحشیوں کے سردار کو بلا کر کہا۔ دیکھو! اگر تم ہماری فرماں برداری نہ کرو گے تو میں سورج کو حکم دوں گا اور وہ تمھیں جلا کر خاک سیاہ کردے گا۔

اس وقت تو وحشی چپکے سے سنتے رہے مگر دوسرے دن جب سورج کو گرہن لگنا شروع ہوا تو سخت گھبرائے۔ غرض کولمبس کو جادوگر اور کراماتی بزرگ سمجھ کر اس کے پاس حاضر ہو گئے اور اطاعت قبول کر لی:

"علم میں کتنی طاقت ہے کہ جو کام بہت بڑی فوج نہ کر سکی تھی وہ علم کے ایک نکتے نے ذرا سی دیر میں کر دکھایا۔"

■

**Naqeeda Zakir Husain Makandar**
Class: 6th, Govt, UHP School No2
Bailhongal (Karnataka)

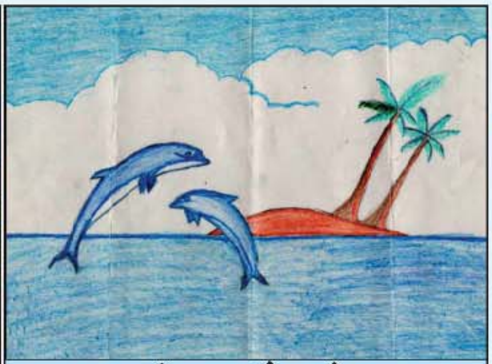

عرشین بی شیخ جبار، درجہ ہفتم
الحسنات اردو ہائی اسکول، رسلپور، مہاراشٹر

سمیہ ناز درجہ ہفتم، ہائی اسکول، دیسائی گنج، واڈاس، مہاراشٹر

الفیہ بانو حکیم الدین، عبدالرشید اردو اسکول آکوٹ، آکولہ، مہاراشٹر

شیخ مزمل، درجہ پنجم، جلگاؤں (بلڈانہ) مہاراشٹر

نمیر سہیل وحید خان، درجہ سوم
ضلع پریشد اردو ڈیجیٹل اسکول کرہ، ضلع امراوتی، مہاراشٹر

راحد شیخ انیس، درجہ ہفتم، وائے ایم خان اردو ہائی اسکول، بھڑگاؤں، ضلع جلگاؤں، مہاراشٹر

شاہد رحیم منیار، درجہ ششم
ضلع پریشد اردو اسکول سبھاش نگر، تعلقہ شیر پور

زینت پروین شیخ فہیم الدین، درجہ ششم
ضلع پریشد اردو اسکول، سبھاش نگر، تعلقہ شیر پور ضلع دھولیہ (مہاراشٹر)

ثانیہ معراج الدین انصاری، درجہ نہم، محمد شریف سوداگر، میموریل ہائی اسکول
دیسائی گنج ورشہ گڑھ چیرولی مہاراشٹر

عدنان یوسف، درجہ ششم، ضلع پریشد اردو اسکول
سبھاش نگر، تعلقہ شیر پور ضلع دھولیہ (مہاراشٹر)

شبینہ یوسف، درجہ ہشتم، سبھاش نگر، اردو اسکول، شیر پور، مہاراشٹر

شاہینہ پروین شیخ عارف، عبدالرشید اردو اسکول، آکوٹ، ضلع آکولہ، مہاراشٹر

# facebook اردو فیس بک

'بچوں کی دنیا' کا تازہ شمارہ ملا۔ سرورق پر 'مشن شکتی' کی تصویریں دیکھیں تو ہندوستان کی اور بھی Missiles کے نام ذہن میں گھومنے لگے جن میں برہموس (Brahmos)، اگنی، پرتھوی، آکاش، ترشول، ناگ وغیرہ شامل ہیں۔ یوں تو ہندوستان دوسو سال انگریزوں کا غلام رہا ہے اور انگریزوں نے ہندوستانیوں پر اتنے ظلم کے پہاڑ توڑے ہیں جنھیں بیان کرنا مشکل ہے، لیکن آزادی کے بعد 1962 میں چین کے ساتھ ایک بہت بڑی جنگ ہوئی جس نے لاکھوں لوگوں کو بے گھر کر دیا اور یہی وجہ ہے جس نے ہمیں میزائل بنانے پر مجبور کر دیا اور ہم نے اگنی مشن کے ذریعے اگنی میزائل ایجاد کی۔ پہلے تو ایک بار مشن ناکام رہا لیکن 22 مئی 1989 کو ہم کامیاب ہوئے۔ اسی طرح ایک کے بعد ایک اور سبھی مشن میں ہم کامیاب رہے اور یہی وجہ ہے کہ آج ہمارا ملک بھی ایک Powerful ملک تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس شمارے میں آپ کا اداریہ کافی متاثر کرتا ہے۔ مضامین کا کالم اس بار تھوڑا کمزور ہے۔ باقی افسانے بہت پسند آئے، خاص طور پر عطیہ بی کا افسانہ 'ہمتِ مرداں مددِ خدا' اس افسانے میں جس طرح ایک لڑکا صمد جو بچپن میں 8 سال کی عمر سے ہی جوتے پالش کرتا اور نہ صرف ایک کام کرتا، بلکہ کبھی گاڑیاں دھونے لگتا کبھی کچھ اور۔ اس کے ماں باپ کا انتقال کسی حادثے میں ہی ہو گیا تھا اور وہ اپنی چھوٹی بہن کا بھی خیال رکھتا۔ ایک ایسا ہی سچا واقعہ مجھے یاد آتا ہے جو ایک مشہور رشین رائٹر میزم گورکی (Maxim gorky) کا ہے جو بچپن میں جوتے بھی پالش کرتا اور دوسرے ہاتھ میں کوئی ناول پکڑ کر پڑھ رہا ہوتا اور آج گورکی کی مثال جگہ جگہ حوالوں میں دی جاتی ہے۔ یہ کہانی بچوں کو حوصلہ دیتی ہے کہ کیسے بھی حالات ہوں ہمیں صبر اور ہمت سے کام لینا چاہیے۔ اطہر مسعود کی کہانی 'طوطا اور چور' میں ایک لڑکی فرحانہ کے ذریعے یہ بتانے کی کوشش کی گئی ہے کہ ہمیں اپنے پرندوں اور جانوروں کو پیار کرنا چاہیے کیونکہ کبھی کبھی جانور وہ کام کر دکھاتے ہیں جو ہم انسان نہیں کر پاتے۔ ندیم احمد ندیم کی کہانی 'گھر کی رونق' تو میں نے اپنے والدین کو بھی پڑھ کر سنائی۔ میں ہی نہیں، بلکہ میرے والدین بھی 'بچوں کی دنیا' کی کہانیاں مجھ سے کہہ کر پڑھواتے ہیں اور بڑے ہی غور سے سنتے ہیں۔ محبوب حسن نے 'مغرور شیر' میں جس طرح شیر کے بچے شرارتی کو سبق سکھایا وہ پڑھ کر مزا آیا۔ میری طرف سے اس شمارے پر مبارکباد۔

استوتی اگروال، اگروال جیولرز، سرونج (مدھیہ پردیش)

'بچوں کی دنیا' بہت اچھا رسالہ ہے۔ یہ میگزین بڑے چھوٹے خاص طور پر چھوٹے بچوں کے لیے بہت اچھا تحفہ ہے۔ مجھے 'بچوں کی دنیا' پڑھنے کا بہت شوق ہے۔

انم کوثر سید واحد علی، درجہ ہفتم، جامیز، ضلع جلگاؤں، مہاراشٹر

# قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کی چند مطبوعات

## ابوالکلام آزاد ایک ہمہ گیر شخصیت

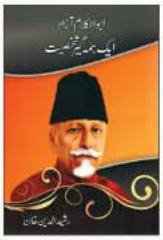


مصنف: رشید الدین خان

صفحات: 684

قیمت: 235 روپے

## فرہنگِ مولانا ابوالکلام آزاد

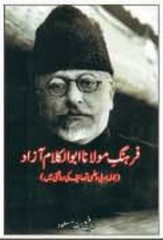


مصنف: رفیع اللہ مسعود

صفحات: 669

قیمت: 290 روپے

## درسِ بلاغت

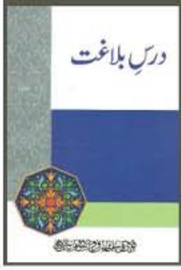


ادارہ

صفحات: 230

قیمت: 85 روپے

## قومی یکجہتی ایک مطالعہ اور تجزیہ

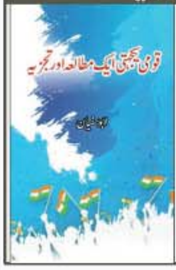


مصنف: ابوسفیان

صفحات: 203

قیمت: 110 روپے

## گوپال متل (مونوگراف)

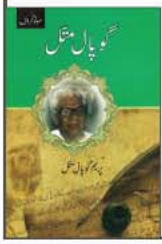


مصنف: پریم گوپال متل

صفحات: 117

قیمت: 80 روپے

## کوثر چاندپوری (مونوگراف)

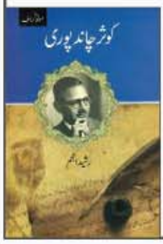


مصنف: رشید انجم

صفحات: 150

قیمت: 90 روپے

## ہندوستان میں تانیثیت

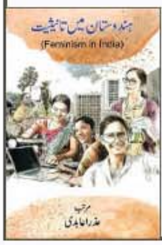


مرتبہ: عذرا عابدی

صفحات: 392

قیمت: 180 روپے

## برق اور مقناطیس

مصنف: محمد یسین

صفحات: 158

قیمت: 90 روپے

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی-110066

فون: 011-26109746، فیکس: 011-26108159، E-mail.:ncpulsaleunit@gmail.com, sales@ncpul.in

BACHON KI DUNIYA Monthly, September 2019, Vol. 07, Issue: 09
National Council for Promotion of Urdu Language
Department of Higher Education, Ministry of Human Resource Development, Government of India

RNI NO. DELURD/2013/50375
DL(S) - 01/3439/2019-21
ISSN 2350-1286
Date of Publication : 11/08/19
Date of Dispatch: 12 and 13 of advance Month

# بچوں کی دنیا

## کے لیے عملی اقدامات

## NATIONAL ANGLO URDU HIGH SCHOOL ,PIMPRI PUNE

ہمیں تقاضہ ہے کتابوں کا اس دورِ فانی میں
کسی کے کام آجائے تو اپنی زندگی دے دو

قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کا ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' اور اردو کے دیگر رسالے طلبہ وطالبات کے لیے نیشنل اینگلو اردو ہائی اسکول پمپری پونہ مہاراشٹر میں لازمی کردیے گئے ہیں۔ طلبہ کے لیے 'نصاب بھی پڑھو، کتاب بھی پڑھو' کے تحت تمام بچوں میں رسالہ پڑھنے کا جذبہ پیدا کیا جارہا ہے۔ ہم بچوں میں یہ شوق پیدا کرنے میں کامیاب ہورہے ہیں اور بچوں کو احساس دلا رہے ہیں کہ وہ ایک ٹافی یا بسکٹ پر جتنا خرچ کرتے ہیں اتنے میں کوئی رسالہ خرید کر اپنی ذہنی نشوونما کا سامان پیدا کریں تو بڑا کام ہوگا۔ رسالے کے مطالعے سے ذہنی تربیت ہوتی ہے۔ آگے بڑھنے کی تڑپ ولگن پیدا ہوتی ہے۔ ایسی پڑھائی ہماری نظر میں نصاب سے آگے کی پڑھائی کہلاتی ہے، جسے ہم کتاب کی پڑھائی کہتے ہیں۔ یہ پڑھائی زندگی جینے کا سلیقہ سکھاتی ہے اور زندگی بھر رہنمائی کرتی ہے۔ بچوں کے رسالے زندگی کے امتحان میں کامیاب کرواتے ہیں۔

نیشنل اینگلو اردو ہائی اسکول پمپری، پونہ اپنا کردار بخوبی ادا کررہا ہے۔ ہم ایک بار ملک کے تمام اسکولوں کو دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ اپنے اپنے اسکولوں میں 'بچوں کی دنیا' اور دیگر رسالے لازمی کروائیں۔ بدقسمتی سے کتاب پڑھنے کا چلن کم ہوتا جارہا ہے۔ اگر ہم ابھی نہیں جاگے تو زندگی کو روشنی عطا کرنے والی کتابیں ختم ہوجائیں گی جو دراصل انسان کی ذہنی موت ہے۔

ٹیم اردو
نیشنل اینگلو اردو ہائی اسکول
پمپری، پونے۔ 411018
9518352212
Whatsapp
8446882084

kindly share
the massage with your
friends & colleagues.

Printed and Published by Dr. Aquil Ahmad, Director NCPUL, on behalf of National Council for Promotion of Urdu Language,
and printed at S. Narayan and sons, B-88 Okhla Indl. Area Phase II, New Delhi - 110020
And Published at Farogh-E-Urdu Bhawan, FC-33/9, Institutional Area, Jasola, New Delhi -110025.